مجلس ادارت

ن علی ندوی ۲۔ ڈاکٹر نذیر احمد علی گڑھ

احمد نظامی علی گڑھ ۴۔ ضیاء الدین اصلاحی

سلسلۂ اسلام اور مستشرقین

۱۹۸۲ء میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر دارالمصنفین کے اہتمام میں جو بین الاقوامی
کے سلسلہ میں اسی عنوان پر دارالمصنفین نے ایک اہم اور نیا سلسلۂ تالیفات شروع کیا ہے
پانچ جلدیں مرتب ہو چکی ہیں۔

ں میں جناب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب کے قلم سے اس سمینار کی بہت ہی
پ روداد قلم بند ہوئی ہے۔ قیمت ۲۰ روپے۔

ں میں وہ تمام مقالات جمع کر دیے گئے ہیں جو اس سمینار میں پڑھے گئے تھے اور
ء سے لے کر ۱۹۸۳ء تک سلسلہ وار شایع بھی ہو چکے ہیں۔ قیمت ۳۴ روپے

ں میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر سمینار کے علاوہ جو مقالات لکھے گئے ہیں،
یع بھی ہو چکے ہیں، جمع کر دیے گئے ہیں۔ قیمت ۳۳ روپے۔

ریخ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں علامہ
م مضامین جمع کر دیے گئے ہیں۔ قیمت ۳۲ روپے۔

سلامی علوم و فنون سے متعلق مستشرقین کی قابل قدر خدمات کے اعتراف کے بعد
ریخ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اعتراضات کے جواب میں مولانا سید سلیمان
ضامین جمع کر دیے گئے ہیں۔ قیمت ۲۰ روپے۔

"منیجر"

عدد ۶	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۰ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ ۱۹۸۹ء	جلد ۱۴۴

مضامین

شذرات — ضیاء الدین اصلاحی — ۴۰۲-۴۰۴

مقالات

تحریک آزادی میں بنگال کے مسلمانوں کا حصہ — پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ — ۴۲۵-۴۳۷

اقبال اور سرزمین اندلس — جناب محمد بدیع الزماں صاحب، ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پھلواری شریف پٹنہ — ۴۳۸-۴۵۵

لاجون اور ان کی تفسیر احمدی — محمد عارف اعظمی عمری رفیق دارالمصنفین — ۴۵۶-۴۷۱

اخبار علمیہ — ع۔ ص — ۴۷۲-۴۷۳

ادبیات

منقبت — پروفیسر ولی الحق انصاری لکھنؤ — ۴۷۴

آہ! سید صباح الدین عبد الرحمن — جناب وارث ریاضی۔ چمپارن (بہار) — ۴۷۵

مطبوعات جدیدہ — ع۔ ص — ۴۷۶-۴۸۰

ضروری اطلاع

کاغذ، کتابت و طباعت کی گرانی کی وجہ سے جنوری سنہ ۹۰ء سے معارف کا سالانہ چندہ چالیس روپیہ کر دیا گیا ہے، لیکن جن خریداروں کا چندہ آچکا ہے، یا جو نئے خریدار دسمبر تک بنا چندہ بھیج دیں گے ان سے پرانا چندہ ہی لیا جائے گا۔

بیرونی ممالک کے لیے سالانہ چندہ (ہوائی ڈاک سے) دس پونڈ یا بارہ ڈالر اور (معمولی ڈاک سے) تین پونڈ یا پانچ ڈالر ہوگا۔

"منیجر"

شذرات

نتخاب کے بارے میں جس تشدد اور بدعنوانی کا اندیشہ ظاہر کیا جارہا تھا وہ
در بوتھوں پر قبضہ کرنے کی اطلاعات موصول ہوئیں، علاوہ ازیں اس انتخاب
کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جن کا سیکولر کردار عام طور سے مشتبہ سمجھا جاتا رہا
یات یہ ہوئی کہ مرکز میں کسی سیاسی جماعت کو قطعی اکثریت نہ ملنے کی وجہ سے
ضبوط حکومت نصیب نہیں ہوسکی، پارلیمنٹ کے ساتھ جن ریاستی اسمبلیوں
ں جماعتوں کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، اس کی وجہ سے اتر پردیش
مت ختم ہوگئی، مگر جنوبی ہند کی بعض ریاستوں میں جہاں وہ برسر اقتدار نہیں تھی
چلتا ہے کہ برسر اقتدار جماعتوں سے لوگوں میں عام نفرت و بیزاری پائی جاتی
صوبوں میں نئی حکومتیں اس سے سبق لے کر آیندہ عوام کی امنگوں اور خواہشوں

بعد بھی دوسروں کے مقابلہ میں کانگریس ہی کو پارلیمنٹ کی زیادہ سیٹیں
پنے حق سے دستبردار ہوگئی اس لیے راشٹریہ مورچہ کے لیے حکومت بنانا
کی پانچ جماعتیں شامل ہیں، بھارتیہ جنتا پارٹی اور کمیونسٹ پارٹیوں نے
سے انکار کر دیا اور باہر رہ کر حکومت کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا ہے' ان میں
ے اس کی وجہ سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس طرح اور کب تک اپنے کو
ومت میں شریک جماعتوں کے افراد کا رویہ بھی اس کے لیے مشکلات
اور پیچیدہ حالات میں وزیر اعظم مسٹر وی۔ پی سنگھ کا ملک کی قیادت کی
بات ہے، وہ ایک سلجھے ہوئے آدمی ہیں، ان کی اعتدال پسندی،
سے توقع ہے کہ وہ ملک کو صاف ستھری اور بہتر حکومت دینے میں

کامیاب ہوں گے، اور قوم کو مایوس نہیں کریں گے، انھیں ملک کی لسانی و مذہبی اقلیتوں اور کمزور اور پسماندہ طبقوں کو بھی اعتماد میں لینا ہوگا۔

دور جدید کے اہم علمی و دینی مسائل پر شریعت اسلامی کی روشنی میں غور و فکر کے لیے مجمع الفقہ الاسلامی ہند کا قیام عمل میں آیا ہے' اس کا پہلا سمینار اپریل ۱۹۸۹ء میں ہمدرد کنونشن سنٹر ہمدرد نگر نئی دہلی انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کے اشتراک و تعاون سے ہوا تھا اور اب دوسرا فقہی سمینار بھی وہیں انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے ۸ تا ۱۱ دسمبر کو بڑے اہتمام سے ہوا، اس کا افتتاح مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی (پاکستان) نے کیا اور صدارت ڈاکٹر جمال الدین عطیہ قاہرہ نے کی، اور مسلمانوں کو درپیش موجودہ مسائل کے حل کے لیے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت و اہمیت بتائی، انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر منظور عالم نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے علما کو جدید مسائل میں رہبری کرنے کی دعوت دی اور سمینار کے داعی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے سمینار کی غرض و غایت اور اس کے موضوع کی وضاحت بڑے موثر اور دلنشین انداز میں کی۔

سمینار میں دو مسائل زیر بحث آئے (۱) نوٹ کی شرعی حیثیت اور افراط زر کے سبب کرنسی کی قوت خرید کا کم یا زیادہ ہونا اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے شرعی احکام (۲) سودی کاروبار کا عموم' ہندوستان جیسے اسلامی ملکوں میں اس کی نوعیت اور شرعی حکم، صنعت و حرفت' زراعت و تجارت کی ترقی کے لیے سرکاری بینکوں سے ملنے والے سودی قرضے اور پرائیویٹ کمپنیوں اور سرمایہ کاروں کی طرف سے سود کی شرط پر تجارت و صنعت کے لیے سرمایہ کاری وغیرہ پر ملک کے اکثر مکاتب فکر کے علما اور دینی مدارس کے مفتیان کرام نے اپنے مقالے پیش کیے' ان کے علاوہ معاشیات و اقتصادیات کے جدید ماہرین نے بھی بحث و مباحثہ میں پوری دلچسپی لی' دار المصنفین سے راقم اور مولوی عبید اللہ کوٹی ندوی نے سمینار میں شرکت کی تھی' اس بحث و تمحیص سے دونوں مسئلوں کے مختلف پہلو سامنے آئے جن پر مزید غور و فکر کے لیے تین ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل کی گئی، جن کی رپورٹ کی روشنی میں آیندہ کوئی متفقہ فیصلہ کیا جائے گا۔

سمینار کے ایک جلسہ میں فسادات میں مسلمانوں کی جان و مال کو پہونچنے والے بھاری نقصان کے پیش نظر

ور ہوا، اکثر لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے فیصلہ کی توثیق کی جائی
اعضار کی پیوندکاری سے متعلق پہلے فقہی سیمینار کی تجویزوں کی توثیق کی گئی، مولانا مجاہد الاسلام
کارروائی نہایت خوش اسلوبی سے چلا کر اپنی علمی و عملی قوت، فقہی و دینی بصیرت اور تنظیمی صلاحیت
اور ڈاکٹر منظور عالم اور ان کے رفقائے کار نے بڑے حوصلے سے مہمانوں کو راحت و سہولت
لی ان کے دینی عزائم کو کامیاب کرے اور جزائے خیر دے۔

ب اکیڈمی نئی دہلی میں جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم سابق ناظم دارالمصنفین پر ایک
دہلی کے منتخب اصحاب کمال شریک تھے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی معذوری کی وجہ سے
سکے، ان کا پُرمغز افتتاحی خطبہ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے پڑھا، پروفیسر مشیر الحق وائس چانسلر
دارتی تقریر میں دارالمصنفین اور سید صباح الدین مرحوم کی اہم خصوصیات بیان کرتے ہوئے
کا تذکرہ کیا کہ وہ علمی و عملی دونوں خوبیوں کے جامع تھے، سیمینار کے پہلے جلسہ کا آغاز مولانا عبید اللہ
ل مقالہ سے ہوا مولوی عمیر الصدیق رفیق دارالمصنفین نے مرحوم کے متعلق اپنے احساسات و
و اور دوسروں کو بھی تڑپا دیا، پروفیسر آفاق صدیقی نے ان کے حسن سلوک کا ذکر کر کے سب کو متحیر
بداللہ کوٹی رفیق دارالمصنفین کے مقالہ میں ناظم دارالمصنفین کی حیثیت سے مرحوم کے علمی انتظامی
یا تھا، جلسہ میں خواجہ حسن ثانی نظامی، پروفیسر نثار احمد فاروقی اور سابق مرکزی وزیر جناب
بھی دلچسپی سے سنے گئے۔

ں حکیم عبدالقوی مدیر صدق جدید لکھنؤ، ڈاکٹر جمال الدین اور راقم نے مقالے پڑھے،
مدیر کی حیثیت سے موصوف کے کمالات دکھائے، آخری دونوں مقالوں میں ہندوستان
نا میں ان کے کارنامے زیر بحث آئے، جناب سید شہاب الدین دسنوی نے مرحوم کا سوانحی خاکہ
ی اور ڈاکٹر قمر رئیس صدر جلسہ کی تقریریں بھی ہوئیں اور جناب خلیق انجم کی خوش نوائی ہر جلسہ میں حاضرین
فی کریم نے سلیقہ مندی سے نظامت کی، ان کی اور سید صباح الدین مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر
سیمینار بہت کامیاب با مرحوم کی کتابوں، مسودوں اور تصویروں کی اچھی نمائش بھی کی گئی تھی جس کا اہتمام

مقالات

تحریک آزادی میں بنگال کے مسلمانوں کا حصہ

از

پروفیسر خلیق احمد نظامی علی گڑھ

(پہلا مولانا محمد علی میموریل لیکچر جو ۱۹ ار فروری ۱۹۸۹ء کو کلکتہ میں دیا گیا)

ہندوستان کے جن علاقوں میں سیاست ارضی (GEOPOLITICS) کی سب سے زیادہ کارفرمائی نظر آتی ہے، اور جہاں تاریخی عوامل کا انداز، سیاست کا رخ، معاشی زندگی کے طور طریقے سب پر ارضی سیاست کا گہرا نقش محسوس ہوتا ہے، ان میں بنگال کو ایک خاص اہمیت اور انفرادیت حاصل ہے۔ یہاں سامراجی طاقتوں کا تسلط، پھر ان کے خلاف تحریک آزادی کا نشوونما ارضی سیاست کے ان عناصر کا رہین منت رہا ہے۔ بنگال میں تحریک آزادی کا جائزہ لینے اور اس کے اثرات و تعینات کو سمجھنے کے لئے بعض حقائق پر نظر ہونی ضروری ہے۔

(۱) اٹھارویں صدی میں سلطنت مغلیہ کی اقتصادی زندگی کا انحصار بنگال پر تھا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"در عہد محمد شاہ ہر سال از بنگالہ یک کرور	عہد محمد شاہ میں بنگال سے ہر سال یک کرور
مقرر بود، و ہمیشہ صوبہ دار آنجا بلا توقف	کی آمدنی تھی اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف
می فرستاد، یا وصف ادائے ایں مبلغ مالدار	بھیجتا رہتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے باوجود
ترین امرائے ہندوستان صوبہ دار بنگالہ	صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے امرا میں نہائی
بود" (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات پہلا ایڈیشن ص۵۰)	مالدار آدمی تھا۔

ی حیثیت سے سلطنت مغلیہ کی شہ رگ بنگال میں تھی۔ دہلی کا حال تو
طوفان اٹھتا تھا، وہ لال قلعہ سے آکر ٹکراتا تھا، پنجاب سے جو آندھی اٹھتی
یں محسوس ہوتے تھے، نادر شاہ سے جن حملوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا وہ
آتا تھا۔ دہلی کی معاشی اور اقتصادی زندگی پریشاں ہو کر رہ گئی تھی۔ اور
دربار معلیٰ اب بھی منعقد ہوتا تھا، لیکن حقیقت میں نگاہیں آنے
یکھ رہی تھیں۔ اور بقول میر ؎

جھلک ہی تھی خزاں — بھری بہار میں رو دیا کئے بہار کو ہم

حصہ ہونے کے باعث بنگال ان اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔
امرار کی سیاسی بازی گری کے اثرات یہاں تک پہونچے تھے۔
اب تک جو بیرونی طاقتیں داخل ہوئی تھیں، وہ شمالی مغربی علاقوں
سلطنت مغلیہ کی ساری مدافعانہ پالیسی ان ہی علاقوں سے متعلق تھی،
سیاست کے اتار چڑھاؤ پر رہتی تھی، لیکن سمندر کی جانب سے پیدا
ان کو نہ تھا۔ اکبر کے زمانہ میں پرتگالی سمندر پر جس طرح قابض ہو گئے
دشوار ہو گیا تھا، اس کا علم مغل بادشاہوں کو تھا، لیکن وہ کوئی واضح
قاصر رہے تھے۔ خلفاء آل عثمان نے اس خطرہ کی طرف آگاہ کرنا چاہا
قوامی سیاست نے (اگر وہ کچھ تھی) اس کی اہمیت کا احساس نہ ہونے
ند بانگ اعلان کرتا رہا ؎

فرنگ — برم از دل اہل اسلام زنگ

ساس نہ تھا کہ خطرے کے بادل کہاں جمع ہو رہے ہیں۔ مریم زمانی

کے ایک جہاز کا جو حال ہوا تھا اس کی تفصیلی داستان "JOURNAL OF THE
AMERICAN ORIENTAL SOCIETY کے ایک حالیہ تحقیقی مضمون
"THE CAPTURE OF MARYAM-UZ-ZAMANI'S SHIP:
MOGHUL WOMEN AND EUROPEAN TRADERS"
(VOL: 108/NURBER 2/APRIL 1988, PP 227, 238)
میں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ان حالات کا تقاضا تھا کہ مغل بادشاہ سمندروں سے متعلق مضبوط حکمت عملی پر عامل ہوں۔ لیکن ان کی سیاسی بصیرت اس طرف ان کی رہنمائی نہ کر سکی۔

(۳) یورپ میں صنعتی انقلاب کے ساتھ سامراجی عزائم بھی بیدار ہو گئے تھے۔ تجارتی کمپنیاں سب سے پہلے مشرق کی طرف متوجہ ہوئیں اور مغل بادشاہوں سے مراعات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اکبر کے زمانہ سے مراعات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آخری مغل بادشاہ تک کسی نہ کسی صورت میں چلتا رہا۔ تا آنکہ اقتدار اعلیٰ کلی طور پر غیر ملکی کمپنیوں کے ہاتھوں میں پہونچ گیا۔

ان تجارتی کمپنیوں کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ معاشی زندگی پر قابو، سیاسی تسلط کی راہیں ہموار کر دے گا۔ یہ بیرونی ممالک اپنے کارخانوں کی تیار کی ہوئی اشیاء کے لئے نئی منڈیوں کی تلاش میں ضرور تھے، لیکن وہ تاجر کے چولے میں فتوحات اور حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے، انگریز ہوں یا فرنچ، پرتگالی ہوں یا ڈچ، سب یکساں سامراجی مزاج رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیا، ہندوستانیوں کے مزاج کو سمجھا، ان کی ایک ایک مضبوطی اور کمزوری کو پرکھا، اور جن شاطرانہ چالوں کا جال دربار کے چاروں طرف بچھا ہوا تھا، ان میں اپنی مطلب برآری کی راہیں تلاش کر لیں۔ جب یہ سب کچھ سمجھ لیا تو

ے مستعد ہو گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ وقت کب ان کے حق
ی تھوڑی فوج نے جتنی پلاسی کے میدان میں انگریزوں کی تھی،
و پایا ہو۔ یہ سیاسی بازی گری تھی جس نے ان کی کامیابی

ت اور بین الاقوامی سیاست کی شاطرانہ چالوں نے جنگوں کے
د کے میدان بھی اب وہ نہ رہے تھے جو پہلے کبھی تھے۔ جنگ
تہور کا نام نہ تھا بلکہ ایک اہم حصہ جاسوسوں، مخبروں، اور دلالوں
ستان کے سیاسی اور معاشی حالات انتہائی حسرت ناک حد تک ابتر
ں نے اپنی گردنوں کو عظمت گزشتہ کے ریگ زار میں چھپا لیا تھا، اور
ں کے روز و شب پر کبھی اثر انداز نہ ہو سکے گا۔ جہاں جذبہ تھا وہاں
جاں نثار نظر نہ آتے تھے۔ ان حالات میں جنگوں کے نتائج واضح تھے۔
نصف آخر میں مغلیہ اقتدار کو دو بڑی جنگیں لڑنی پڑیں۔ ایک
گ پانی پت (۱۷۶۱ء) ہو خر الذکر میں ان کو فتح ہوئی پہلی میں
ب ہی رہا۔ زوال کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ جنگ پانی پت
ک دیا، لیکن مغلیہ سلطنت میں اتنا دم ہی نہ تھا کہ وہ اپنی فتح کے
ئدہ اٹھا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ پانی پت کا اصل فائدہ فاتحین
و مرہٹوں کے حملوں کا سلسلہ ٹوٹا تو انگریزوں کو اپنے اقتدار کے
شواریاں دور ہو گئیں اور صرف مقامی حالات سے نبرد آزمائی
ظر آنے لگی۔

(۶) بنگال کے جغرافیائی حالات سے انگریزوں کو اپنی طاقت کے استحکام میں بڑی مدد ملی۔ انہوں نے جگہ جگہ قلعے اور احاطے تعمیر کئے اور اپنی طاقت کو نہایت موثر انداز میں مختلف جگہوں پر منظم کر لیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان قلعوں کی حیثیت اتنی مضبوط ہو گئی کہ کوئی ایسی سیاسی طاقت نہ رہی جو ان کا استیصال کر سکے۔

(۷) غیر ملکی تسلط جب ایک بار قائم ہو گیا تو اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے بعض تدابیر نہ صرف ضروری ہو گئیں بلکہ ناگزیر۔ ان میں سب سے زیادہ اہم ایک ایسے طبقے کا وجود میں آنا تھا جو اپنی ذہنی اور عملی صلاحیتوں میں ان تمام لازمی خصوصیات کا حامل ہو جو تحریک آزادی کو عزم و استقلال کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے ضروری تھیں۔ بالفاظ دیگر ایک BOURGEOISIE کا ہونا از بس ضروری تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے سر سید کی سیاست سے علیحدگی کے فیصلہ کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں چونکہ اس وقت BOURGEOISIE وجود میں نہیں آئی تھی، اس لئے اگر بغیر تعلیم حاصل کئے وہ میدان سیاست میں داخل ہو جاتے تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ شمالی ہندوستان میں اس حقیقت کو سر سید نے اور بنگال میں نواب عبداللطیف اور سید امیر علی نے سمجھا، اور ایک ایسا طبقہ تیار کر دیا جو اپنی ذہنی اور عملی صلاحیتوں میں ابنائے وطن کے دوش بدوش کھڑا ہو کر جدوجہد آزادی میں حصہ لے سکا۔ مسلمانوں میں یہ طبقہ کچھ دیر میں وجود میں آیا۔ ہندوؤں میں یہ طبقہ بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا اور اس کے اقتصادی فوائد بھی ان کو حاصل ہو گئے تھے۔ چنانچہ صورت حال کے اس فرق نے مسلمانوں کی تحریک آزادی میں شمولیت کی نوعیت کو متاثر کیا۔

(۸) ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ جب بھی یہاں حالات نامساعد ہوئے اور فکری اضمحلال، ملی طاقت کو مفلوج کرنے لگا، مسلمانوں کی ملی اور فکری

…س سے توانائی حاصل کی۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، سید احمد شہیدؒ، شریعت اللہؒ
…دگیوں میں مقصدیت کا شعلہ اسی وقت بھڑکا جب حجاز مقدس میں ان کو
…یتقل کرنے کا موقع ملا۔

…آزاد نے ۱۹۲۳ء میں لکھا تھا:

…س آج مہاتما گاندھی مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں، الہلال
…۱۹۱۲ء میں فارغ ہو چکا تھا، یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور
…وں کی نئی طاقت اور سرگرمی اسی وقت شروع ہوئی جب دونوں میں
…ی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوری طرح فروغ پایا۔"

…ے کہ ہندوستان میں سیاسی تحریکیں مذہبی رنگ میں نمودار ہوئیں، اور سب
…ں نے انجام دیا وہ احساس و شعور کی بیداری تھی۔ شعور کسی قسم کا ہو، کسی
…ئے لیکن جب وہ غفلت و جمود سے بیدار کرنے کا کام انجام دینے لگے، تو
…ے ہر شعبہ میں کام کر سکتی ہے۔

…آدری پر تنبیہ ہو یا خلافت کی بقا کے لئے جدوجہد۔ فلسفہ عمرانیات کی
…ے تو دونوں کا اثر ایک ہی مرتب ہوتا ہے اور وہ ہے "بیداری"۔ بنگال
…ں مذہب کی راہ سے آنے والی ان تحریکوں نے جو کارنامے انجام دیے ہیں
…تفسیر و تعبیر ہیں۔ ان تحریکوں نے انگریز کے خلاف جذبات میں آگ لگائی،
…بیدار کئے اور عزم و ہمت کی ایک روح پھونک دی۔ ہندوستان کی تحریک
…ثرات کو نکال دیجئے تو ایک وسیع خلا نظر آئے گا۔ اور جذبات حریت کے
…نا مشکل ہو جائے گا۔

بنگال میں مسلمانوں کی تحریک آزادی نے تین مختلف راہیں اختیار کیں۔ مذہبی، سیاسی اور اقتصادی۔ سب کا مقصد ایک تھا، منزل بھی ایک تھی لیکن راہیں مختلف تھیں۔ اور یہ صورت مقامی حالات میں ناگزیر تھی۔ بعض مصنفین نے فرائضی اور دیگر مسلمان تحریکوں میں فرقہ واریت کے عناصر تلاش کئے ہیں اور اس تاثر میں انگریز مصنفین کے ہم نوا ہو گئے ہیں، لیکن صلاح الدین احمد (SOCIAL IDEAS AND SOCIAL HANGE IN BENGAL 1818-1835, LEIDEN-1965) امیلندو دے (AMALENDU DE) (ROOTS OF SEPARATISM IN NINETEENTH CENTURY BENGAL, CALCUTTA-1974) اور رفیع الدین احمد (THE BENGAL MUSLIMS 1871-1906 A QUEST FOR IDENTITY, DELHI-1981) کی تحقیقات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ان تحریکوں کی جدوجہد غیر فرقہ وارانہ رنگ میں تھی۔ اور ان پر فرقہ وارانہ جذبات برانگیختہ کرنے کا الزام حق و دیانت کے خلاف ہے۔ جس طرح مجاہدین کی تحریک کو سکھوں کے خلاف تحریک کا رنگ دیا گیا تھا، اسی طرح فرائضی تحریک کے حقیقی خد و خال کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ان سب غلط فہمیوں کے پردے چاک کئے جائیں تاکہ حقیقت بے نقاب ہو اور یہ اندازہ کیا جا سکے کہ غلامی کی شب کو سحر کرنے میں مسلمانوں کا کیا حصہ تھا۔

سیاسی جدوجہد | بنگال پر انگریزوں کا تسلط تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ تاجروں کے ایک ایسے گروہ نے جو وہاں کے کلیسائی نظام سے وابستہ تھا، اور جس کو لڑائی کا مطلق کوئی تجربہ نہ تھا، ایک قدیم تہذیب اور ایک قدیم سیاسی نظام کو منہدم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت فراموش نہیں کی جا سکتی کہ انگریزوں کو اپنے مقصد کے حصول میں خود ہندوستانی باشندوں اور ہندوستانی وسائل سے مدد ملی تھی،

...اس سلسلہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ اور اپنا ایک پیسہ بھی ان
...ف نہیں کیا۔ جن کے باعث تاج برطانیہ میں کوہ نور کا اضافہ ہوا۔ یہ
...وسائل ہی کے ذریعہ حاصل کیا گیا۔ ملک گیری اور تسخیر مملکت کی
...ملے گی کہ مفتوح ہی کے پیسہ سے اور ان ہی کے ہاتھوں سے طوق
...ے ہوں۔

...ی وفات کے بعد بنگال کی سیاسی زندگی میں دو شخصیتیں خاص طور
...د قلی خاں اور علی وردی خاں، مرشد قلی خاں کی انتظامی صلاحیتوں
...ب نے اپنے رقعات میں کی ہے۔ سرجدو ناتھ سرکار کا خیال ہے
...جو نیا زمیندار طبقہ LANDED ARISTOCRACY پیدا کیا
...ں کو خاص طور پر ترجیح دی تھی۔ —
MYMEN SINGH DIGHAPATIE A, NAT...
...ب طاقت ہوئے۔ (HISTORY OF BENGAL II, P.P. 409-411)

...نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو جو مراعات دی گئی تھیں ان میں کمی کرنے کی
...یہ مراعات شاہزادہ شجاع سے، جو اورنگ زیب کے آخری دنوں
...ہ تھا، کمپنی نے حاصل کی تھیں۔ اور کلکتہ کے گرد ایک حصار بنالیا تھا۔
...راعات کو جاری رکھنے سے انکار کیا تو کمپنی نے دہلی، فرخ سیر کے پاس
...وفد دو سال تک دہلی میں مقیم رہا اور رشوتوں کے زور پر اپنے مقصد
...رمان شاہی جاری ہوا کہ PRESIDENT OF CALCUTTA کے
...ال بلا کسی روک ٹوک، بغیر کسی اور ٹیکس کی ادائیگی کے داخل ہوا کریگا۔

کمپنی کے مقروض ہندوستانی، طلبی پر انگریزوں کے حوالہ کر دیے جائیں گے، مرشد آباد کی ٹکسال ہفتہ میں ۳ دن کمپنی کے سکّے ڈھالے گی، انگریزوں کو ۳۸ گاؤں ان ہی شرائط پر دے دیے جائیں گے جن پر کالی گھاٹ (KALI GHAT) چھٹانتی (CHUTTANATI) اور گوبند پور کے دیہات دئے گئے ہیں۔ نواب نے ان سب مراعات پر عمل کرنا خلافِ مصلحت سمجھا، بلکہ ان کے نفاذ میں انکار تک کیا، لیکن دہلی سے یہ مراعات حاصل ہونے کے بعد صورت حال اس کے لئے نہایت تشویشناک ہو گئی۔ اور انگریزوں کو اتنا اقتدار حاصل ہو گیا کہ پرتگالی، ارمنی، ایرانی اور ہندو تاجر سب انگریزی جھنڈے کے نیچے تجارت کرنے لگے جہاں برٹش نو آبادیاں تھیں، وہاں انگریزی قانون نافذ تھا۔ اور جس کلکتہ کی آبادی سنہ ۱۷۰۴ء میں ۱۵ ہزار نفوس پر مشتمل تھی، سنہ ۱۷۵۰ء میں ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی اور کلکتہ ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا اور اسکی اقتصادی کنجی انگریزوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔

مرشد قلی خاں کا انتقال ۳۰ جولائی سنہ ۱۷۲۷ء کو ہوا۔ کچھ عرصہ اس کا داماد شجاع الدین برسر اقتدار رہا۔ پھر سنہ ۱۷۴۰ء میں علی وردی خاں نواب کی مسند پر آیا اور بنگال، بہار اور اڑیسہ اس کے احاطہ اختیار میں دیے گئے۔ اس نے مغل بادشاہ محمد شاہ سے منشور حاصل کرنے کے لئے ایک کروڑ کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ رقم اس ایک کروڑ سالانہ محاصل کے علاوہ تھی جو بنگال دہلی کو بھیجتا تھا۔ علی وردی خاں کامیاب اور باتدبیر حاکم تھا۔ اس کے فوجی کمانڈر مصطفےٰ خاں نے مشورہ دیا کہ انگریزوں کو بنگال سے نکال دیا جائے لیکن اس کا کہنا تھا کہ یوربین تاجر شہد کی مکھیوں کے چھتے کی مانند ہیں، ان سے شہد اس وقت تک حاصل کیا جا سکتا ہے جب تک ان کو چھیڑا نہ جائے۔ ۱۰ اپریل سنہ ۱۷۵۶ء کو اسّی سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کا پوتا سراج الدولہ جانشیں ہوا۔ جن

ں حکمت عملی سے دبائے رکھا تھا، انہوں نے سر اٹھانے
سنے زمینداروں سے جن میں بیشتر ہندو تھے بہت اچھے
ہ کے زمانہ میں یہ صورت باقی نہ رہی۔ حالات کا رخ
نے لگیں۔

یلات بیان کرنا مقصود نہیں۔ لیکن بعض حقائق کی طرف
ددگار ہو سکتا ہے۔

رت یہ تھی کہ ۹۵۰ انگریز پیدل سپاہی تھے اور ۱۵۰
ں تھے۔ ان کے علاوہ ۲۱۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے۔
تے اس طرح یہ کل انگریزی فوج ۳۲۰۰ افراد پر مشتمل تھی لیکن اس
یا۔ اس فتح و شکست میں ان سازشوں کا بڑا دخل تھا جن سے اس
ر جعفر کی غدارانہ حرکتوں نے جس طرح ہندوستان کی
وں کے ذہن پر جو اثر ڈالا تھا، اس کا کچھ اندازہ اقبال
لت غداری کردہ دوزخ ایشاں را قبول نہ کردہ"
ہندوستان" اس کے خلاف نالہ و فریاد کرتی ہے
سے انکار کر دیتی ہے۔ "الامان از روح جعفر الامان"

ن — ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن
اد — ملتے از کارشاں اندر فساد
ت — ایں ہمہ کردار آں ارواح زشت

سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کے فقدان، دون ہمتی، باہمی تنازعات اور سازشی مزاج نے بالآخر ملک کو غلامی کی زنجیریں پہنا دیں۔

سراج الدولہ کی شہادت پر راجہ رام نرائن موزوں نے یہ شعر کہا تھا جس میں جذبات کی ایک دنیا سمٹ آئی ہے ؎

غزالاں تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی — دوانا مر گیا، آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

انگریزوں نے صرف پلاسی کی جنگ ہی میں کامیابی حاصل نہیں کی، بلکہ جنگ پانی پت کے فوائد بھی سمیٹ لیے اور جنگ بکسر کے بعد تو ان کی حیثیت ایک قانونی اقتدار کی ہو گئی۔ جنگ پلاسی کے بعد انگریزوں کا ملک کے ایک نہایت زرخیز علاقے کے سارے ذرائع پر قبضہ ہو گیا۔ مغلیہ سلطنت کی اقتصادی شہ رگ کٹ گئی۔ انگریزوں کو اپنا اقتدار جمانے میں دو اہم واقعات کے رونما ہونے سے بہت مدد ملی۔ ایک طرف مرہٹوں کے حملے رک گئے، دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کے انتقال نے افغانستان میں انتشار اور ابتری پیدا کر دی۔ اب کوئی اندرونی اور بیرونی طاقت ایسی نہ رہی جو انگریزی اقتدار کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکے۔ ۱۷۶۳ء میں نواب میر قاسم نے انگریزوں کے خلاف مہم چلانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

بنگال کی اقتصادی زندگی کی اصل بنیاد زمین ہے اور اس کی معاون ملازمت۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو مختلف اصلاحات کیں وہ سب کی سب مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہونچانے والی تھیں۔ بندوبست استمراری کے اجرا اور لاخراج زمینوں سے بے دخلی کی بنا پر مالکان زمین یعنی مسلمان تباہ حال اور تنگ دست ہو گئے۔ ملاحظہ ہو بنگلا ادب کی تاریخ ص ۱۹۳ نیز JAYANTI MAITRA MUSLIM POLITICS

IN BENGAL

پہلے بنگال کی راجدھانی مرشد آباد تھی۔ اور یہی پورے بنگال کی تہذیب
اقتدار کلکتہ کو منتقل ہو گیا تو مسلمانوں کو دیہاتوں سے نکل کر شہر
۔

کے خلاف بنگال میں سب سے پہلی آواز مسلمان فقیروں نے اٹھائی۔
نے ۱۷۷۶-۷۷ء میں علم بغاوت بلند کیا اور بنگال کے مختلف
دی، انہوں نے انگریزی اقتدار کے خلاف جذبات کو برانگیختہ

کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کی تحریک کے دو اہم مرکز تھے، ایک مکوانپور (MAKWANPUR)
(KATHM)۔ وہاں اپنی قوت کا اجتماع کر کے وہ سارے بنگال
میں مدار گنج اور بوگرہ ضلع میں مہاستھان (MAHASTHAN)
میں انہوں نے ایک قلعہ بھی بنا لیا تھا۔ مجنوں شاہ کی خاص
تھی۔ گاؤں کے لوگ ان کی جماعت کو پناہ بھی دیتے تھے اور
۱۷ء میں مجنوں شاہ کا انتقال ہوا اور ان کے بیٹے چراغ علی شاہ
م کو اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ ہندوؤں کو اپنی تحریک
د وسیع کر دیا۔ بھوانی پاٹھک (BHAWANI PATHAK)
(DEVI CHAUDHA) نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ان کی
ٹیوں پر حملے کئے اور سامان، ہتھیار، نقدی پر قبضہ کر لیا۔ جو

لوگ فوج سے علیحدہ کر دیے گئے تھے اور اب بیکار تھے ان کو بھی اس تحریک میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۷۹۳ء سے ۱۸۰۰ء تک ان کی سرگرمیوں نے کمپنی کی فوجوں کو مصروف اور پریشان رکھا۔ لیکن جب انگریزوں نے مہاراجہ نیپال سے معاہدہ کر لیا تو ان کی تنظیم کے مرکز کمزور پڑ گئے اور فوجی طاقت کو منظم کرنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ بایں ہمہ انہوں نے عرصہ تک بغاوت کا جھنڈا بلند رکھا اور ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو کو تسلیم کرنا پڑا کہ اس تحریک سے مقابلہ کی طاقت گورنمنٹ میں نہیں تھی۔
(J.M. GHOSH, SANYASI AND FAKIR RAIDERS IN BENGAL CALCUTTA 1930)

پھر اسی نوعیت کی ایک تحریک کرم شاہ نے شروع کی۔ ۱۷۷۵ء میں انہوں نے سوسانگ پرگنہ سے اپنے کام کا آغاز کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو ساتھ لیا۔ ۱۸۱۳ء میں کرم شاہ کے انتقال پر ان کے بیٹے ٹیپو نے قیادت سنبھالی۔ ۱۸۲۵ء میں انہوں نے شیرپور کے زمینداروں پر حملے کئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنا دربار اور اپنی عدالتیں قائم کر لیں۔ چند سال ان کا اقتدار قائم رہا لیکن ۱۸۳۱ء میں میدانی علاقوں سے اور ۱۸۳۳ء میں پہاڑی علاقوں سے ان کی جماعت کا بیج اکھاڑ پھینکا گیا۔ مورخوں نے شاید ان کے نام بھلا دئے، لیکن آزادی کی شاہراہ ان ہی کی قربانیوں سے جگمگاتی نظر آتی ہے ؎

جلے، جل کر بجھے بھی چشم صورت ہیں یہ پروانے
فروزاں کر گئے وہ نام لیکن شمع سوزاں کا

بنگال میں جذبات حریت بیدار کرنے میں فرائضی تحریک کا کارنامہ بہت شاندار ہے۔ اس کے بانی حاجی شریعت اللہ (۱۷۸۱-۱۸۴۰) ضلع فرید پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۱۸ء تک ان کا قیام حجاز مقدس میں رہا۔ JAMESWISE کا خیال ہے (EASTERNBENGAL P-21) کہ ۱۷۶۵ء سے لے کر جب بنگال، بہار

یسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہوا، فرائضی تحریک کے شروع ہونے تک،
بالکل اس طرح سے تھے جیسے بغیر گڈریہ کے بھیڑوں کا گلہ۔ نہ
ل کا علم۔ وہ اپنے دینی عقائد سے دور ہوتے جاتے تھے، اور
لم میں زندگی گزارتے تھے۔ حاجی شریعت اللہ کی تحریک نے
وہ غریبوں، مزدوروں اور کسانوں میں خاص طور پر مقبول ہوئے۔
انتقال ہوا تو ان کے بیٹے مولوی محمد محسن عرف دودو میاں نے
س میں ایک نئی قوت، نیا عزم اور نیا فکری انقلاب پیدا کر دیا۔
مانۂ حال کے مورخین نے خاصا کام کیا ہے، لیکن اب تک کوئی
نے میں کامیاب نہیں ہوا جو مولانا غلام رسول مہر نے تحریک مجاہدین
عل سازیوں کو بے نقاب کر کے انجام دی ہیں۔ اور تحریک آزادی
واضح کر دیا ہے۔ ہنوز فرائضی تحریک کی حقیقی نوعیت سامنے
اللہؒ کی روح آج تک یہ کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے ؎

آشنا کا ہم دید و پنہانم نہ دید

ود فقہی مسائل کے دائرہ میں دیکھنا، طریقہ محمدیہ اور
ات کے پس منظر میں پیش کرنا، یا محض زمینداروں
یک بنا کر اس کا تجزیہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے لیکن تحریک
واضح نہیں کرتا۔ اس تحریک کا دائرہ وسیع
جہ تھا۔ اس کے پہلو مذہبی بھی تھے، سیاسی بھی اور اقتصادی
ادی کی یہ وہ صدا تھی جس نے وہ احساس و شعور بیدار کیا۔

جس کے بغیر کوئی آزادی کی تحریک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ دودو میاں کے خلاف مقدمہ میں DAMPIER کمشنر بنگال پولیس نے اپنے بیان میں بالکل واضح طور پر کہا تھا کہ اس تحریک کا مقصد انگریزوں کو ملک سے نکالنا تھا۔ (TRIAL OF DUDU MIYAN APPENDIX P.P. XXVII-XXIV)

فرائضی تحریک کے بعض انقلابی پہلوؤں کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے۔

(۱) انہوں نے اعلان کیا کہ "الارض للہ" یعنی زمین خدا کی ملکیت ہے اور کسی کو حق نہیں کہ بطور وراثت اس پر قابض ہو۔ اقبال نے سچ کہا ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب — بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین

اس تصور کا ایک پہلو یہ تھا کہ جو لوگ کھیتی کرتے ہیں وہی اس کے مالک ہیں، کسی کو لگان وصول کرنے کا حق نہیں۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ ملک پر غیر ملکی قبضہ غاصبانہ ہے اور تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) انہوں نے اعلان کیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہ جذبۂ آزادی کو ایک شعلہ بنا دینے کے مترادف تھا۔ مسئلہ صرف نماز جمعہ و عیدین کا نہ تھا، یہ صدائے بازگشت تھی اس فتوی کی جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے دہلی میں دیا تھا اور جس کے سایے میں جذبات حریت نے پرورش پائی تھی۔

(۳) فرائضی تحریک نے دیہاتی آبادی میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں ان کو زمینداروں کے خلاف بھی محاذ بنانے پڑے، لیکن حقیقی مقصد یہی تھا کہ آزادی کی لہر دیہات سے شہروں میں آئے تاکہ اثرات اور عواقب کا دائرہ محدود نہ رہے۔

(۴) متوازی حکومت کے تصور کو فرائضی رہنماؤں نے عملی شکل دی اور تقویت

...نور) کو منظم کیا، پنچائتیں قایم کیں، اور ایک مستقل نظام حکومت ...ور اور باری سال کے اضلاع کو مختلف علاقائی حصوں میں تقسیم ...اپنے خلیفہ مقرر کئے۔ ان علاقوں پر ان کا اقتدار انیسویں صدی

...نے مقامی ہندوؤں کے تعاون سے اپنی تحریک کو ایک ہمہ گیر ...ے دی۔ بنگال میں زمینداروں کے مظالم، نیل کی کاشت ...ت کے تصادم نے صورت حال کو اتنا گھمبیر بنا دیا تھا کہ بڑے ...ت سے ہی ان کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔ دودو میاں نے ان مسائل حل ...سے ان کی دور اندیشی اور تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔

...د جس تحریک نے بنگال کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ حضرت ...یاد تھی۔

...ینی تحریک میں مسلمانوں کی دینی زندگی کی اصلاح کو خاص ...کا اہم ترین مقصد انگریزوں کو ملک سے نکالنا تھا۔ راجہ ہندو ...ہیں:

...ن دمبر ہن
...وطن، ملوک
...و تاجران
...ت رسیدہ
...رؤسائے مالی

جناب کو خوب معلوم ہے کہ پردیسی
سمندر پار کے رہنے والے دنیا
جہاں کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے
والے سلطنت کے مالک بن گئے
ہیں۔ بڑے بڑے امیروں کی امارت

مقدار بر باد نمودہ اند و عزت و
اعتبار شاں بالکل ربودہ، چوں اہل
ریاست و سیاست در زاویہ خمول
نشستہ اند ناچار چندے اہل فقر و
مسکنت کمر ہمت بستہ ایں جماعت
ضعفا محض بنا بر خدمت دین
رب العالمین برجستند، ہرگز ہرگز
از دنیا داران جاہ نیستند، محض
بنا بر خدمت دین رب ذوالجلال
برخاستہ اند، نہ بنا بر طمع مال و
منال، رفتے کہ میدان ہندوستان
از بیگانگان و دشمنان خالی گردیدہ
و تیر سعی ایشاں بر ہدف مراد
رسیدہ آئندہ مناصب ریاست
و سیاست بطالبین آں مسلم باد"
(مولانا ابوالحسن علی ندوی ۔
"مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا
نقصان پہونچا" ص ۲۷۴۔۲۷۳)

اور بڑے بڑے اہل حکومت کی حکومت
اور ان کی عزت و حرمت کو انہوں نے
خاک میں ملا دیا ہے۔ جو حکومت و سیاست
کے مرد میدان تھے وہ ہاتھ پر ہاتھ
دھرے بیٹھے ہیں اس لئے مجبوراً
چند غریب و بے سروسامان کمر ہمت
باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ
کے دین کی خدمت کے لئے اپنے
گھروں سے نکل آئے۔ یہ اللہ کے
بندے ہرگز دنیادار اور جاہ طلب نہیں
ہیں محض اللہ کے دین کی خدمت
کے لئے اٹھے ہیں، مال و دولت
کی ان کو ذرہ برابر طمع نہیں، جس
وقت ہندوستان ان غیر ملکیوں
سے خالی ہو جائے گا اور ہماری
کوششیں بارآور ہو گئیں حکومت کے
عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے
جن کو ان کی طلب ہوگی۔"

اس خط کے آخری جملہ پر اقبال کا یہ شعر بے اختیار زبان پر آجاتا ہے۔

...وب مومن　　　نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

...نے "منصب امامت" میں اعلان کیا تھا:

...کام شرعیہ　　　ہر صاحبِ اقتدار کی اطاعت کرنا حکم

شریعت نہیں ہے۔

... کی تحریک نے ایسی روح پھونک دی جو پہلے کبھی دیکھنے میں

... سلیمان ندوی رح:

...وں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے

...ی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے"۔

(سیرت سید احمد شہید رح: مولانا ابوالحسن علی ندوی)

...شاعر یہ تمنا کرنے لگا:

... نصیب　　　یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

... جان فروشی اور قربانی کا ویسا جذبہ کبھی نظر نہیں آیا۔ جب

...ھیں سہ

...یں ہوا　　　فدا جی سے راہِ خدا میں ہوا

... ہے　　　خداوند اس سے رضامند ہے

...ر دو　　　خدا کے لئے جاں نثاری کرو

...۱۲ھ میں کلکتہ پہونچے تو یہاں ایک آگ لگادی۔ سرسید

...پ نے تشریف رکھی شراب مطلق نہ بکنے پائی اور کلال خا...

بند رہا۔ اور اُس نواح میں آپ کے مریدوں کی کثرت لکھوک سے گزر گئی۔"

(آثار الصنادید)

ان کی آواز میں وہ سوز اور درد تھا کہ بنگال کی ساری زمین ہلنے لگی۔ یہاں تقریباً ساڑھے تین یا پونے چار مہینے ٹھہرے۔ پرنسپ (RANJIT SING P.146) نے لکھا ہے کہ کلکتہ کے باشندوں کی بڑی تعداد ان کی پیرو ہوگئی۔ ٹیپو سلطان کے خاندان کے بعض افراد یہاں مقیم تھے، ان کے خیالات کی اصلاح کی۔ سلہٹ، چٹ گام اور آسام وغیرہ سے لوگ بذریعہ کشتی کلکتہ پہنچے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ لوگوں کو عمامہ، کُرتے وغیرہ عنایت فرماتے تھے اور مختلف علاقوں میں گھوم گھوم کر تعلیم دینے کا حکم دیتے تھے۔ کلکتہ سے یہ قافلہ حج کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن جو آگ انہوں نے دلوں میں لگادی تھی وہ مدتوں سرد نہیں ہوئی۔ سرسید کا بیان ہے کہ ان کی شہادت کے چودہ پندرہ سال بعد تک مجاہدین، جہاد کے جذبے سے سرشار، سرحدی علاقوں میں "بہ نیت جہاد" جاتے رہے۔ بنگال میں ان کی پھونکی ہوئی روح مدتوں کام کرتی رہی۔

سید صاحب رح کے ایک مرید اور خلیفہ میر نثار علی عرف تیتومیر نے بنگال میں جذباتِ آزادی کو فروغ دینے میں بہت شاندار کام انجام دیا۔ انہوں نے مغربی بنگال کے چوبیس پرگنہ اور ندیا کو مرکز بنا کر اپنی تحریک کو آگے بڑھایا۔ ان کا تعلق چاند پور کے ایک خوشحال گھرانے سے تھا۔ ابتدائی زندگی کا رنگ کچھ اور تھا لیکن مظلوموں کی مدد کا جذبہ اس وقت بھی ان کا امتیازی وصف تھا۔ ایک زمیندار سے جھگڑا ہوا اور سزا ہوگئی، رہائی پر حج کا ارادہ کر دیا۔ وہاں سید صاحب رح سے ملاقات ہوئی اور بامقصد زندگی گزارنے کا جذبہ بجلی کی طرح رگ و پے میں کوندنے لگا۔ ۱۸۲۷ء میں وطن واپس آئے اور تحریک کی تنظیم اور اپنے

...ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ سید صاحبؒ یہاں تخم ریزی پورے
...نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی تحریک کا دائرہ اثر
...ء میں نرکل بریا میں بانسوں کی ایک مضبوط فصیل بنائی۔
...یا کمپنی کی حکومت ختم ہوگئی۔ انگریزوں نے ظلم سے بنگال
...ت کا خاتمہ کیا تھا۔ اب مسلمانوں نے اپنا اقتدار واپس

...ق ان مجاہدین کی تعداد تین چار ہزار تھی۔ غلام معصوم ان
...ء کو ALEXANDER نے نرکل بریا پر حملہ کیا۔
...یا کر دیا اور ALEXANDER مشکل سے اپنی جان بچا کر
...یز زمیندار نے جو نیل کی کاشت کرتا تھا، تین سو سپاہی
...کست فاش ہوئی۔ اب انگریزوں کو فکر ہوئی اور کلکتہ
...پاس حملہ کرنے کے لئے توپیں بھی تھیں۔ تیتو میاں نے
...ری سے مقابلہ کیا۔ لیکن توپوں کے مقابلے میں کیا کر سکتے
...ہید ہوئے اور ان کے پچاس ساتھیوں نے بھی وہیں جان
...ہدین کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر
...سالار مولانا سید احمدؒ بالاکوٹ میں شہید ہوئے اور میدان
...دھر بنگال میں نرکل بریا کے میدان میں مجاہدین کی لاشوں
...بچ گئے ان کو علی پور جیل میں قید کیا گیا اور ان پر
...صوم کو سزائے موت دی گئی۔ بقیہ مجاہدین ابتلا و مصائب

ہے دو چار نہ معلوم کس طرح ختم کر دئے گئے ؎

پھر نہ کچھ دیکھا بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب — شمع تک تو ہم نے دیکھا تھا کہ پروانہ گیا

بنگال میں تحریک آزادی کی کوئی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک فرائضیوں اور مجاہدین کی جدوجہد کی پوری کیفیت نہ بیان کی جائے۔ ان کی قربانیوں نے جدوجہد آزادی کا ماحول پیدا کیا، سرفروشی کے جذبات کو فروغ دیا اور جان دینے کا سلیقہ سکھایا۔

۱۸۵۷ء اور بنگال | بنگال میں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے پس منظر میں عجیب وغریب محرکات ذہنی کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے قصائد کے بے شمار بنگالی اور اردو ترجمے مسلمانوں میں تقسیم ہو رہے تھے، اور یہ پیشین گوئی کی جا رہی تھی کہ انگریزوں کا اقتدار سو سال کے لئے تھا، اس کے خاتمہ کا وقت آگیا۔ دوسری طرف انگریز جنگ پلاسی کی صد سالہ یادگار منانے کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن حالات نے دوسرا ہی رخ اختیار کر لیا۔ اور جو آگ سینوں میں دبی ہوئی تھی، وہ شعلہ بن کر بھڑک اٹھی۔ بنگال کے حالات کے پیش نظر انگریزوں کو بہت تشویش تھی، اور بڑے خطرات یہاں نظر آرہے تھے۔ لفٹننٹ گورنر نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ شاید ہی بنگال کا کوئی ضلع ایسا ہو جہاں شدید قسم کے خطرات محسوس نہ ہوتے ہوں۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ ۱۴ر جون کو سپاہیوں کی بغاوت کو سن کر بنگال میں انگریز افسروں پر ایسی دہشت طاری ہوگئی تھی کہ وہ دروازوں کو بند کئے، بھرے ہوئے پستول ہاتھ میں لئے صوفوں پر سوتے تھے۔ بعض نے تو بھاگ کر جہازوں میں پناہ لے لی تھی۔ (KAYE AND MALLESON-III P. 16-17) واجد علی شاہ اس وقت کلکتہ میں تھے، ان پر بھی باغیوں کو ابھارنے

یہ ہے ۱۸۵۷ء میں بنگال میں اتنے شدید دھاکے نہ ہو پائے
۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ دوری اور وسائل کی کمی
زادی کلکتہ سے رابطہ قائم نہ کر سکے۔ کنہیا لال نے لکھا ہے کہ دہلی
ہدین آزادی کے نمائندوں کے طور پر بھیجے گئے تھے۔ ان کو کتنی
شر ہوا، اس کی تفصیل نہیں ملتی۔

سے پہلے دو دو میاں کو حراست میں لیا۔ انہوں نے ایک موقع
ں کی ایک آواز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ انگریز ان سے بے حد خائف
دائی تحریک ان کے گرد منظم نہ ہو جائے۔ ان کو سن ۱۸۶۰ء تک
۱۸۶۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

CHITTAGON کے سپاہیوں نے علم بغاوت بلند کیا۔
34 REGIMENT نے بیرک چھوڑ دئے، مکانوں کو آگ
لیا۔ ان باغیوں کے سربراہ راجہ علی خاں تھے جو -4TH COM
(OMILLA?) SINGAR HILL PA تھے۔ باغی بچتے بچاتے
۔ یہ راستہ سخت دشوار گزار تھا، اور بے پناہ مصائب سے
اس باغی دستہ کے سلہٹ پہونچنے کی خبر ملی تو MAJOR
ں روانہ ہوا لیکن جنگ میں مارا گیا ۲۶ آدمی باغی دستہ کے مرے۔
مہینہ منی پور کے جنگلوں میں گزارنا پڑا۔ یہ لوگ اپنے وسائل
تیاری کر رہے تھے کہ اچانک ۲۲ جنوری ۱۸۵۸ء کو انگریزوں نے
مشکل سے یہ لوگ نکل سکے۔ پہاڑی علاقہ میں محصور ہونے کے

باعث بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں۔ لیکن انہوں نے بہادری سے لڑتے ہوئے جانیں دیں۔

(KAYE AND MALLESON, IV P. 297.)

ڈھاکہ میں جب بغاوت کی خبریں پہونچیں تو LT. LEWIS. نے ہندوستانی سپاہیوں سے ہتھیار رکھوائے۔ باغی سپاہیوں پر حملے کئے لیکن وہ مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے۔ اور بھوٹان میں عارضی طور پر پناہ گزیں ہو گئے۔ انقلابیوں کے اہم اور انگریزوں کے ۱۸ آدمی اس معرکہ میں ختم ہوئے۔ انگریزوں نے شدید مظالم کئے کچھ کو سولی پر چڑھایا۔ کچھ نے دریا میں ڈوب کر جان دے دی۔

ڈھاکہ سے انقلابی JALPAIGORI کی طرف متوجہ ہوئے اور GEORGE YULE کمشنر نے ان کا پیچھا کیا لیکن وہ دارجیلنگ کی طرف نکل گئے۔ ڈھاکہ کے مجسٹریٹ C. JENKINS کے نام ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ 73 REGIMENT OF NATIVE INFANTRY میں کل ۱۴ مسلمان تھے۔ اس ریجمنٹ نے بعد کو بغاوت کی۔

نیل کی کاشت کرنے والے یورپین زمینداروں کے خلاف اسی زمانہ میں زبردست بغاوت ہوئی، اور سن ۱۸۶۰ء تک جاری رہی۔ اس میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک تھے۔ بعد کو اس تحریک نے PEASANT MOVEMENT، کرشک اندولن KRISHAK ANDOLAN کی شکل اختیار کر لی۔

جب انگریزوں نے حالات پر قابو پالیا، تو سزاؤں کا سلسلہ شروع ہوا جو دار و رسن سے بچے وہ انڈمان بھیجے جانے لگے۔ یہ سب مجاہدین کلکتہ ہو کر جاتے تھے۔ سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی مظہر کریم دریابادی مولانا فضل حق

...ے گزرے۔ ناممکن تھا کہ ان کی داستان غم والم دلوں میں ہیجان
...آبادی اس طرح کلکتہ پہونچے کہ :

...یدل رواں   گرتے پڑتے پاؤں کی زنجیر سے
...بیڑی پاؤں میں   ناتواں ترقیس کی تصویر سے

...ت کی ناکامی کے بعد تحریک آزادی کا انداز، رخ اور طریقۂ کار
...ں کے اندر ایک زبردست سماجی تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ مغلیہ
...ت بالکل معدوم ہو چکی تھی۔ ایک نئی نسل، انگریزی اثرات سے
...ں آگئی تھی۔ اس طبقہ نے اپنا مفاد اسی میں دیکھا کہ انگریزوں کا
...نگال کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور مقامی حالات اب پہلے سے
...پر اثر ڈالنے لگے۔ ایک حقیقت جو واضح طور پہ سامنے آئی وہ
...د میں آئے جو نئے علوم سے واقفیت رکھتا ہو، جو اپنی صلاحیتوں
...دے سکے، جس میں آئینی جدوجہد کی صلاحیت ہو، جو حکومت
...، جو جذبات حریت کو بیدار کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو،
...سکے۔ کمپنی نے اپنی طاقت کا استحکام جغرافیائی سہولتوں کو مدنظر
...ستانیوں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کے بہت سے
...بستہ تھے اور وہ بالواسطہ اس کی طاقت کو تقویت پہونچا
...وقت بالکل دوسرا تھا۔ انہوں نے اب تک جنگ آزادی میں
...یا تھا۔ فرائضی، وہابی، مجاہدین وغیرہ کی تحریکیں راہ آزادی میں
...رہ تھیں، لیکن اب حالات نے ایسی کروٹ لی تھی کہ مسلمانوں کی

اقتصادی حالت تباہ تھی، تعلیم کا حال ابتر تھا۔ BLOCHMANN نے جو کلکتہ مدرسہ میں اسسٹنٹ پروفیسر تھے، ۱۹ر اکتوبر ۱۸۷۱ء کو پرنسپل SUTELIFFE کو ایک خط میں لکھا کہ بنگال میں ہر جگہ مسلمان "انقلاب زمانہ" اور "گردش روزگار" سے پریشان ہیں اور ان کو "اشراف گردی" کی شکایت ہے۔

ان حالات میں صرف دو طریقۂ کار تحریک آزادی کو آگے بڑھانے میں مددگار ہو سکتے تھے۔ ایک آئینی اور تعلیمی۔ دوسرا انقلابی اور تشددی۔

ایسی ہی صورت حال سے دوچار شمالی ہندوستان میں سرسیدؒ نے سیاست سے علیحدہ رہ کر مغربی علوم کے حصول پر اپنی توجہ مرکوز کر دی تھی۔ بعض کوتاہ اندیشوں نے ان کی اس حکمت عملی کو غلط سمجھا اور ان پر تنقید کی۔ پنڈت جواہر لال نہرو غالباً واحد مدبر تھے جنہوں نے سرسیدؒ کی اس پالیسی کے دوررس نتائج کو سمجھا اور اس کو صحیح انقلابی سمت قرار دیا۔ سرسیدؒ کا خیال تھا کہ اعلیٰ تعلیم ہی کے ذریعہ سیاسی حقوق حاصل کئے جا سکتے ہیں اور اسی کی مدد سے آئینی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ انہوں نے ۱۸۳۱ء اور ۱۸۵۷ء کی جنگوں کو ناکام ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ۲۹ر جنوری ۱۸۸۴ء کو امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

"اگر گورنمنٹ نے ہمارے کچھ حقوق اب تک ہم کو نہیں دئے ہیں جن کی ہم کو شکایت ہو تو بھی ہائی ایجوکیشن وہ چیز ہے کہ خواہ مخواہ طوعاً و کرہاً ہم کو دلا دے گی۔"

مولانا محمد علیؒ نے جب سرسیدؒ کی روح کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا ؎

سکھایا تھا تمہیں نے قوم کو یہ شور و شر سارا   جو اس کی انتہا ہم ہیں تو اس کی ابتدا تم ہو

تو سرسیدؒ کی فکر کی انقلابی سمت کو پوری طرح واضح کر دیا تھا۔

رح اصلاح وتجدید اور تعلیمی ترقی و اصلاح کی تحریک نواب
182) اور سید امیر علی (1928-1849) کی کوششوں
دا للطیف نے مسلمان طلبا میں مغربی تعلیم پھیلانے کے لئے
MUHAMMADAN LITERARY قائم کی۔ سید
CENTRAL MUHAMMADAN ASSOCIATI
تی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان جو اقتصادی اور
ھا، اس کو دور کیا جائے، تاکہ دونوں ایک ہی سطح پر کھڑے
حصہ لے سکیں۔

رسید، کلکتہ پہونچے اور نواب عبداللطیف خاں کے مکان
اظہار کیا اور کہا:

ندا ز خلیج بنگالہ تا رود سندھ صرف ہمیں شما برگزینید
ت ستودہ صفات شما نازش است وبس۔ آرے اگر
م کیشاں و ہم کشوران خود سعی نہ نمائید باز کدام کس
شتگان خواہد بود۔" (لیکچرس ص ۲۲)

ا اور بڑی گیرائی۔ غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ نواب عبداللطیف
MUHAMMADAN LIT کی بنیاد ڈالی۔ سرسید کی
تھا، اور نواب عبداللطیف کے سامنے بھی بنگال کی پوری
ی تعلیم قوم میں عام نہ ہو گی، کوئی تدبیر حصول آزادی کی
ں نے تحریک مجاہدین کا انجام دیکھا تھا، ۱۸۵۷ء میں

موج خون سے گزرے تھے۔ ان میں یہ احساس پیدا ہو گیا تھا کہ سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر اصلاح حال کی کوئی صورت کارگر نہیں ہو سکتی۔ اور سیاسی اقتدار کی بازیافت کا خواب تو کبھی شرمندہ تعبیر ہی نہیں ہو سکتا۔ سرسید نے جب سائنٹفک سوسائٹی قائم کی تو نواب عبداللطیف کو اس میں خاصی اہم جگہ دی۔ اور بنگال سے اپنا رشتہ جوڑ لیا۔

حالات کا ایک پہلو اور بھی تھا۔ فرائضی تحریک کے کمزور پڑنے کے بعد عیسائیوں اور مشنریوں کی کارروائیاں تیز تر ہو گئی تھیں، اس صورت حال کے مقابلہ کے لئے بنگال کے بعض فضلا نے جن میں منشی مہر اللہ، شیخ عبدالرحیم، مولانا محمد غلام رحمٰن وغیرہ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں، بڑی جدوجہد کی تھی۔ منشی مہر اللہ (1907-1861) نے "عیسائی باکرشتاتی دھاکا بھنگن" (عیسائیوں کا فریب پارہ پارہ) لکھ کر ان کے عزائم کو بے نقاب کیا۔ ان کی کئی کتابیں "رد کرسٹان" "کرسٹان دھرمیر اشارتا" (مذہب عیسائیت کی بے حقیقتی) اس سلسلہ میں بہت سود مند ثابت ہوئیں۔ انہوں نے مذہبی انداز میں انگریزوں کے خلاف جذبات برانگیختہ کئے۔ اور ان خطرات سے آگاہ کیا جو مشنری تحریکوں سے پیدا ہو گئے تھے۔

ان حالات میں انگریزوں نے ضروری سمجھا کہ مسلمانوں میں تحفظ اور ہندوؤں میں اختلاف کے جذبات کو فروغ دیا جائے تاکہ تحریک آزادی میں ان کا اشتراک عمل ممکن نہ ہو سکے۔

تقسیم بنگال (۱۹۰۵) اس طریقہ فکر کی ایک کڑی تھی۔ لارڈ کرزن کا مقصد اختلافات کو ایسا رنگ دے دینا تھا کہ اتحاد قومی کی بنیادیں ہل جائیں۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ

کا نام سرفہرست ہے اس کو اچھا نہیں سمجھتا تھا، لیکن عوامی
فضا پیدا ہو گئی تھی۔ ہندوؤں نے ۶ سال مسلسل اس کے
ر اس کو منسوخ کرا لیا۔ مسلمانوں کے ذہن پر اس کا یہ اثر پڑا
سیاست کو اپنانا شروع کر دیا۔

حکومت کرو" کی حکمت عملی کا اندازہ مسلمانوں کو ہو گیا
لیڈروں کا ایک کنونشن نواب سلیم اللہ نے بلایا اور
یاد پڑی۔ جس کا ایک مقصد یہ تھا۔

TO PREVENT THE RISE OF A

TOWARDS OTHER COMMUNIT

ہشت انگیز تحریکوں نے اس وقت جنم لیا۔ شری اروبند
KARM نے بیداری کا صور پھونکا۔ مولانا ابوالکلام آزاد
بند و گھوش اور شری شیام سندر چکرورتی کے ساتھ
ام طور پر خیال یہ تھا کہ مسلمان انگریزوں کے مددگار بن
بقول مولانا آزاد (A. S.) مسلمانوں کی طرف سے ایک
کیفیت تھی۔ مولانا نے اس خیال کو دور کیا اور ان کی تجویز
ٹ کی شاخیں ملک کے اور حصوں میں قائم ہوئیں۔

لازمی جز و عوام کے سیاسی شعور کی بیداری اور اظہار
احتجاج تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے
ولانا محمد علی جوہر کے کامریڈ نے جو خدمات انجام دیں وہ

تاریخ آزادی میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے آزادی کی لہر سارے ملک میں دوڑادی۔ ان دونوں نے اپنی صحافتی زندگی کے معرکے ہی نہیں، بلکہ اپنی سیاسی جدوجہد کی بیشتر جنگیں اسی سرزمین پر لڑیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے جب الہلال جاری کیا تو اعلان کیا کہ اس کی اشاعت "ہمارے قدیمی ارادوں کے سفر کا آغاز ہے"۔ وہ بقول خود برسوں سے "بغیر دھوئیں کے جل رہے تھے۔" اعلان کرتے ہیں۔

"قوموں کی پولیٹیکل جدوجہد اور حقوق طلبی کی زندگی میں تو طاقت کے سوا اور کوئی سوال ہے ہی نہیں" (الہلال ۴ر اگست ۱۹۱۲ء)

پھر کہتے ہیں:

"میں نے الہلال مرحوم کے صفحوں کو کبھی اپنے چشم خونیں کے آنسوؤں سے رنگا ہے اور کبھی اس کے سواد و حروف کے اندر اپنے دل و جگر کے ٹکڑے بچھا دئے ہیں۔ ۱۹۱۱ء سے لے کر آج تک یہ مقصد میرے دل کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مطلوب اور میری روح کی عشق و شیفتگی کا محبوب رہا ہے۔ خدا کی کوئی صبح مجھ پر ایسی طلوع نہیں ہوئی جب اس مقصد کی طلب سے میرا دل خالی ہوا ہو اور کوئی شام مجھ پر ایسی نہیں گزری جب میں نے اس کی تمنا میں اپنے بستر غم و اندوہ پر بے قراری کی کروٹیں نہ بدلی ہوں۔ میں نے اپنی آزادی کی تمام فرصت اسی کے عشق میں بسر کی اور نظربندی کے چار سال بھی اسی کے فراق میں کاٹے۔"

یہ آزادی وطن کی طلب اور حصول آزادی کی بے چینی تھی جس نے مولانا آزاد کو

لا کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنی ساری صلاحیتیں حصولِ آزادی کی
۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں وہ علی پور جیل میں قید کئے گئے۔ یہ وہی
م پر مجاہدین کے غم واندوہ کی داستانیں نقش تھیں۔ تاریخ
پچاس سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک اور مجاہد آزادی
ں کی تلاش کرنے لگا۔ اس کا ریشہ ریشہ پکارتا تھا ؂

اب ہے کہ نہیں — خون میں گرمیٔ ہنگامۂ منصور ہے آج

یک بیان میں کہا :

فرمایا۔ "سب سے بہتر موت اس آدمی کی موت ہے
سامنے حق کا اظہار کرے اور اس کی پاداش میں قتل کیا جائے۔"
اس ذوقِ جہاد کی جو سید احمد شہیدؒ اور مجاہدین نے پیدا
بھی حساس روح سن سکتی تھی۔ پھر ایک تقریر میں کہا :
سے لاؤں جس کی آواز چالیس کروڑ دلوں کو خواب
ے۔"

لوت میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ الہلال نے قومی جذبات کی
یں جو گراں بہا خدمات انجام دی ہیں ان کو کوئی مورخ
سب آوازیں کلکتہ سے اٹھی تھیں۔
میں حزب اللہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کا مقصد ایک ایسی
ں کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لیکر میدان میں داخل ہو سکے۔
بدیشی اشیاء کے بائیکاٹ کی تلقین شروع کی۔ ایک

مضمون میں کہتے ہیں :

"پس اگر مسلمانانِ ہند اس وقت اپنی قوت سے کوئی نتیجہ خیز کام لینا چاہتے ہیں تو برائے خدا حالت کی نزاکت کو محسوس کریں اور میدانِ کار میں چند قدم آگے بڑھائیں۔ اس سلسلہ میں پہلا کام ان کا یہ ہے کہ حتی الامکان تمام یورپین مال تجارت اور مصنوعات کو بائیکاٹ کردیں۔" (بائیکاٹ ص ۱۰)

مولانا محمد علیؒ کے کامریڈ نے آزادیٔ رائے اور حقوق طلبی کی جو آواز اٹھائی اس کے اثرات پورے ملک میں محسوس ہوئے۔ انہوں نے اکتوبر، نومبر ۱۹۱۲ء کے کامریڈ میں جو مضامین لکھے تھے ان میں آگ کے شعلے جلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب ترکِ موالات اور سودیشی کی تحریک کا آغاز ہوا تو مولانا محمد علی پکار اٹھے۔

"صلوٰۃ عشق کا وضو خون سے ہوتا ہے آپ سوراج کے سچے عاشق ہیں تو اس نماز کا وضو کرنے کے لئے اپنی آرام طلبی و تن آسانی کا خون کریں، آپ کے بدن پر جو تنزیب اور ڈورِیا ہے اسے اتار کر پھینک دیں۔"

انھوں نے تحریکِ خلافت میں ہندوؤں کی شرکت کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرتے ہوئے ہندو مجمع سے کہا تھا :

"اگر تمہیں آریاورت اور بھارت ماتا سے محبت ہے تو آس پاس کے ملکوں اور ان پڑوسیوں کی سلطنتوں کی آزادی کو بچانے کی کوشش کرو جنہوں نے کسی طرح اب تک اپنی آزادی برقرار رکھی ہے، ورنہ یاد رکھو تمہارے پاؤں کی بیڑی اور بھی بوجھل ہو جائے گی۔"

مولانا محمد علیؒ نے غلامی کی زندگی کے مقابلے میں موت کو گلے لگانا سکھایا۔

...ہی ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

...نی جان قربان کرنے کے لئے بے چین تھے ؎

...جوہر کام کرنے کا یہی ہے، تمہیں کرنا ہے یہی

...کو قربان کر دینے کی یہ سب صدائیں بیکار گئیں!

...ی میں ایک اہم منزل تحریک خلافت تھی۔

...ں نے بہت محدود پس منظر میں دیکھا ہے۔ حقیقت یہ
...ی میں جو جان آئی وہ تحریک خلافت ہی کی راہ سے
...گراں سے بیدار کر دیا۔ آزادی کے لئے جان دینے کا جذبہ
؎

...کی جان بیٹا خلافت پر دے دو

...حدود رہتا۔ اس نے عروق مردہ میں خون زندگی دوڑایا۔
...لئے سر کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں کود پڑنے کا
...وبین نگاہوں نے اس تحریک سے پیدا ہوئے اثرات
...ہ اس میں پورے عزم کے ساتھ شریک ہوئے۔
...ا گاندھی نے تحریک خلافت کے ذریعہ تحریک آزادی میں
...ء کے YOUNG INDIA کے ایک بیان میں کہتے ہیں۔
...ہے جس نے قوم کو بیداری عطا کی۔ اب میں اسے سونے

بنگال نے تحریک خلافت میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے وہ بھلائے نہیں جا سکتے۔ مسجد ناخدا کے بام و در اب تک ان خطبات کی آوازوں سے گونج رہے ہیں جو مولانا آزاد نے وہاں دئے تھے۔ GAIL MINAULT نے بتایا ہے کہ بنگال کے دیہاتوں میں رضاکاروں کے لئے باقاعدہ لیکچر ہوتے تھے ان رضاکاروں نے عدالتوں اور بدیشی چیزوں کے بائیکاٹ میں بڑی مدد دی۔ (THE KHILAFAT MOV-MENT P.164) آگرہ میں خلافت کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے مولانا آزاد نے کہا تھا۔

"لیکن جب تک برٹش گورنمنٹ فریق محارب ہے، وہ خلافت کے مطالبات پورے نہیں کرتی، جب تک ہندوستان کو سچے اور حقیقی معنوں میں سوراج نہیں دیتی،... اس وقت تک مسلمانوں کے لئے اس کا وجود، اس کے گورنروں کا وجود، اس کی عدالتوں کا وجود، ظلم و ستم کی کاروائیاں ہیں... مسلمان کے لئے ممکن ہے کہ بچھوؤں کو ہتھیلی پر لے کر دودھ پلائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ انگریزوں کے ساتھ صلح کرے۔" (خطبات آزاد ص ۵۰)

یہ تھا خلافت کا وہ ایجی ٹیشن جس نے ہندوستان میں آزادی کی لگن پیدا کی، انقلابی جذبات کو ابھارا، اور سرفروشی کے میدان میں لا کھڑا کیا۔

بنگال نے ملک کی تحریک آزادی میں جو حصہ لیا ہے اس کا مکمل جائزہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فرائضی تحریک، مجاہدین کی جدوجہد، حزب اللہ کے انقلابی عزائم، الہلال اور کامریڈ کی صدائے حریت اور خلافت کی ملک گیر سیاسی سرگرمی۔ ان سب تحریکوں کے اثر و نفوذ، مقصد و منہاج کا جائزہ نہ لیا جائے۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

...ر سرزمین اُندلس

از

...احب۔ ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، پھلواری، پٹنہ

(۱)

...سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک کی اسلامی مملکتوں کے
...نفرد اشعار میں مختلف طریقوں سے اسلاف کے جذبۂ
...ہوئے درپردہ اپنے عہد کے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو
...اس صدی کے اوائل میں بلقان کی جنگوں اور پہلی جنگِ
...پر مسلم حکومتیں مغربی سامراجیوں کے سامنے گھٹنے ٹیک
...ں اور اقبالؔ کے الفاظ میں صورت حال کچھ اس طرح تھی۔

...جلیلؑ خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
...ت ہوئی ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

(بانگ درا: "خضر راہ: دنیائے اسلام")

...کی یاد لوگوں کو دلا چکے تھے۔ اکبرؔ "دوڑ پیچھے کی طرف اے
...خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو کرتے رہے تھے۔ حالیؔ اور اکبرؔ
...ت اقبالؔ جیسے مفکر اور مجتہد کی تھی جو مسلمانوں کے تن بے روح
...بیزار تقائی جان ڈال سکے۔ اسی لئے اقبالؔ نے ساری زندگی
...لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر" اور ان خصوصی نظموں،

جن کا تجزیہ اس مضمون میں مقصود ہے، کے رقم کرنے کی توجیہہ بھی یہی تھی۔

اقبالؔ نے خلافتِ راشدہ سے لے کر اپنے عہد تک کی قائم کردہ مسلم مملکتوں میں صرف اندلس (موجودہ اسپین) اور صقلیہ (موجودہ سسلی جو یونان کا حصہ ہے) پر ہی خصوصی نظمیں لکھی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے دنیا کے کسی بھی خطّہ میں جہاں بھی اسلامی ریاستیں قائم کیں یا جہاں کہیں بھی وہ جا کر آباد ہوئے، خواہ وہ وہاں اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں، ان کی حکومتیں بھلے ختم ہو گئی ہوں اور سیاسی اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہی آگیا ہو مگر کہیں بھی سوا اسپین اور صقلیہ کے ان کا نام و نشان نہیں مٹا، ان کی تاریخی عمارتیں اور مسجدیں مسمار نہیں کی گئیں اور اگر مسمار نہیں کی گئیں تو انہیں کلیسا میں تبدیل نہیں کیا گیا اگر دنیا کے کسی خطّے سے اسلامی حکومتیں مٹ گئیں تو یہ کوئی المیہ نہیں اس لئے بقول اقبال ہی: "حکومت کا تو کیا رونا کہ یہ اک عارضی شے تھی"۔

مگر اسپین اور صقلیہ کا اسلامی تاریخ میں المیہ یہ ہے کہ اس اسپین (اندلس) میں جہاں مسلمانوں نے قریب ساڑھے سات سو سال (۷۵۶-۱۴۹۲ء) تک اور صقلیہ میں قریب دو سو سال (۸۲۷-۱۰۷۲ء) تک حکومت کی آج ان دونوں میں ایک بھی کلمہ گو نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؔ نے مسلم حکومتوں پر اگر خصوصی نظمیں لکھیں تو صرف ان دونوں پر اور اندلس پر تو ایک دو نہیں بلکہ پانچ نظمیں لکھ ڈالیں۔ جن میں تین: (۱) "دعا"، (۲) "مسجد قرطبہ"، (۳) "ہسپانیہ"، سرزمین ہسپانیہ (اسپین) ہی میں لکھی گئیں اور باقی دو: (۱) "طارق کی دعا (اندلس کے میدان جنگ میں)" اور (۲) "عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت سرزمین اندلس میں" اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ یہ پانچوں نظمیں ان کے مجموعۂ کلام: "بال جبریل" میں شامل ہیں اور نظم "صقلیہ" "بانگ درا" کا حصہ ہے۔

موخرالذکر نظم اقبالؔ نے ۱۹۰۸ء میں لکھی تھی جب وہ یورپ میں تین سال تک تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد بحری راستے ہندوستان واپس ہوتے ہوئے جزیرہ صقلیہ سے گزرے حالانکہ وہاں

علیہ گو اس مضمون کا موضوع نہیں (اس لئے کہ یہ اسپین کا حصہ نہیں) گر
خ میں اسپین ہی جیسا ہے اسی لئے اس نظم کے چند اشعار ذیل میں درج
پر اقبال کے وفورِ جذبات کا اندازہ لگا سکیں۔ جو ان جذبات کے
ت انہوں نے اسپین پر پانچ نظمیں لکھیں۔ نظم "صقلیہ" کے چند

دیدۂ خونابہ بار ۔۔۔ وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
ینوں کا کبھی ۔۔۔ بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
آئین کا ظہور ۔۔۔ کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور
ہے جس کی لذت گیر اب تک گوش ہے
تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

یا ماتم ترا ۔۔۔ چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا
دکھلا دے مجھے ۔۔۔ قصۂ ایامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے
تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا
یہاں روتا ہوں، اوروں کو وہاں رلواؤں گا

یں درج ذیل قرآنی آیات کے ترجموں ہی کے پس منظر میں پڑھی
نے درپردہ انہیں آیات کو مسلمانوں کو ذہن نشیں کرانا چاہا ہے
ت کو اتنی تفصیل سے رقم کرنے کی ضرورت انہیں نہ تھی:
نہ مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدت آن
گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی۔ (اور یہ بات

اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرما دی تھی کہ) اے بنی آدم، یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں، تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویّے کی اصلاح کرے گا اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہلِ دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" (سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۴) کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نہ اس کے بعد ٹھیر سکی۔ پھر ہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے۔ جس قوم کے پاس اس کا رسول آیا، اس نے اسے جھٹلایا، اور ہم ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے، حتیٰ کہ ان کو بس افسانہ ہی بنا کر چھوڑا۔ پھٹکار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔" (سورۃ المومنون ۲۳۔ رکوع ۳) "کتنی ہی خطاکار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا ہے اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں، کتنے ہی کنوئیں بیکار اور کتنے ہی قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں، کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" (سورہ الحج ۲۲۔ رکوع ۶) "کیا انہوں (حق کے جھٹلانے والوں) نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہے؟ ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمہیں نہیں بخشا ہے، ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں (مگر جب انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کے پاداش میں انہیں

دوسرے دور کی قوموں کو اٹھایا۔" (سورۃ الانعام ۶۔ رکوع ۱)

کی ترجمان "بانگِ درا" کی نظم "گورستانِ شاہی" کے درج ذیل

بے اعتبار — رنگ ہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
گردوں وقار — وہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار

دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو
لیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو

(۲)

زمین سے اقبال کی خصوصی دلچسپی کی وجہ یہ بھی ہے کہ نومبر ۱۹۳۲ء میں
مراعات دیے جانے کے لئے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے
میز کانفرنس میں شرکت کے بعد واپسی میں وہ ہسپانیہ سے ہوتے ہوئے
طور پر ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اقبال نے ہسپانیہ

(۱) ہسپانیہ (۲) مسجد قرطبہ (۳) دعا۔

کا رقبہ پانچ ہزار مربع کیلومیٹر اور موجودہ آبادی قریب چار کروڑ ہے۔
مطابق ۱۳۸ھ) سے ۱۴۹۲ء (مطابق ۸۹۷ھ) تک حکومت کی۔
پانچ نظموں کا تجزیہ کیا جائے یہ ضروری ہے کہ اسپین پر مسلم حکومت کے
جائے تاکہ اسی پس منظر میں ہم ان واقعات کو جن کا ذکر ان نظموں
گرفت میں لاسکیں۔

اور آزاد اسلامی حکومت کے بانی عبدالرحمٰن اول بن معاویہ ہیں،

جنہوں نے ۱۳۸ھ مطابق ۷۵۶ء میں اسپین پہنچ کر برسراقتدار سرداروں کو زیر کر کے اسپین میں خاندان بنی امیہ کی نئے سرے سے آزاد خود مختار حکومت قائم کی تھی مگر اسپین پر مسلمانوں نے سب سے پہلا حملہ ۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء میں ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں کیا تھا اسی سال افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے سلطان ولید بن عبدالملک سے اجازت لے کر اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد حاکم طنجہ کو اسپین و پرتگال کی فتح کے لئے ایک مختصر سے بحری لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ اس لشکر میں زیادہ تر بربری نومسلم تھے۔ طارق نے اسپین کے ساحل پر اترنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جن جہازوں میں اسلامی لشکر آیا تھا ان کو سمندر میں غرق کر دیا تاکہ کوئی سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگنے یا واپس جانے کا تصور ہی نہ کر سکے۔ یعنی یا تو وہ اس ملک کو فتح کریں گے یا اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ طارق نے ایک چھوٹی سی بارہ ہزار کی اسلامی فوج کے ساتھ شاہ اسپین رزریق کے ایک لاکھ کے لشکرِ عظیم سے جنگ کی اور ایسی شکست دی کہ پھر عیسائی اسپین میں کہیں بھی مسلمانوں کے سامنے جم کر نہ لڑ سکے۔ طارق نے قرطبہ اور اسپین کے بہت سے صوبے فتح کئے جس میں پایہ تخت طلیطلہ بھی شامل ہے۔ اس کے فوراً ہی بعد گورنر موسیٰ بن نصیر بھی بڑے لشکر کے ساتھ اسپین پہنچ گئے اور دونوں نے مل کر سارے اسپین اور پرتگال پر ۹۴ھ میں قبضہ کر لیا۔ صرف اسپین کا شمالی پہاڑی علاقہ عیسائیوں کے پاس رہ گیا آج جبرالٹر جس کا مسلم دورِ حکومت میں جبل الطارق نام تھا طارق کے ان ہی فتوحات کی یاد دلاتا ہے۔ یہ دونوں اس کے بعد فرانس تک میں داخل ہو گئے اور جنوبی فرانس پر بھی قبضہ کر لیا۔

اسپین میں مسلم حکومت قائم ہو چکنے کے بعد مسلمانوں میں کافی خانہ جنگی ہوتی رہی۔ اسپین کی بدنظمی یہاں تک بڑھ گئی کہ اسپین کا جو مسلم سردار بھی دوسرے سردار پر غالب آجاتا تھا وہ طاقت کے بل پر خود ہی اسپین کا گورنر بن بیٹھتا تھا۔ چنانچہ اسپین کا سب سے آخری گورنر

قائم کرنے کے قبل) یوسف بن عبدالرحمٰن تھا جس نے تمام
وہاں کی حکومت پر قبضہ جما لیا تھا اور خود ہی گورنر بن بیٹھا تھا۔
ں حکومت کے بانی عبدالرحمٰن اوّل بن معاویہ سفے اسپین پہنچ کر اسی
۔

نے سنہ ۱۳۲ھ مطابق سنہ ۷۵۰ء میں دمشق کا تختہ الٹ کر بنی امیہ
تکلیف دہ تھی کہ اسی بنو امیہ کے خاندان کے ایک شہزادہ عبدالرحمٰن
ے بنی امیہ کی حکومت قائم کر لی تھی چنانچہ عباسی خلیفہ منصور عباسی
نے اچانک اسپین پر حملہ کر دیا جو اتنا شدید تھا کہ اسپین کا
تھ سے نکل گیا مگر دو ماہ بعد پھر انہوں نے عباسیوں کو شکست
عباسیوں نے شکست کے بعد عبدالرحمٰن اول کے خلاف اندرونی
ں فرانس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔
ں
پین میں مسلم حکومت دن رات باہمی خانہ جنگی، بغاوت اور شورشو
روں نے قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا چنانچہ خاندان بنی امیہ کے
ہشام بن محمدی اموی کی موت کے بعد اسپین کی مرکزی حکومت
ے ٹکڑے ہو کر متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی۔ یہ
ں مبتلا رہیں اور نتیجتاً اسپین کے عیسائی سلاطین نے اس سے
اپنی حکومتوں میں شامل کر لیا۔
ائی اسپین پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا اور صرف ایک چوتھائی
باقی رہ گئی جو تاریخ میں "سلطنت غرناطہ" کے نام سے مشہور

ہے جس کا بانی نصر بن یوسف تھا جو تاریخ میں "ابن الاحمر" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سلطنت میں بھی خانہ جنگی جاری رہی اور زیادہ سلاطین غدار تھے جنہوں نے عیسائیوں سے ساز باز کر رکھا تھا اس سلطنت کا آخری بادشاہ ابوعبداللہ تھا جس نے ۸۹۷ھ مطابق سنہ ۱۴۹۲ء میں غرناطہ شاہ فرڈینینڈ کے حوالہ کر کے قلعہ کی کنجیاں اسے دے کر غرناطہ چھوڑ دیا۔

اسپین کے مسلمانوں کا جو انجام عیسائیوں کے ہاتھوں ہوا اس کی داستان بڑی دردناک ہے۔ مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ یا تو دین مسیحی قبول کر و یا مرنے کو تیار ہو جاؤ۔ ہزاروں مسلمان روزانہ جلتی ہوئی آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیئے جاتے تھے یا انہیں تہ تیغ کر دیا جاتا تھا یا سمندر میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ مدت دراز تک جاری رہا یہاں تک کہ چند سال بعد ایک بھی کلمہ گو نہ بچا۔ مساجد یا تو مسمار کر دی گئیں یا گرجاؤں میں تبدیل کر دی گئیں اور لاکھوں نایاب اسلامی کتابیں سمندر کی تہ میں پہنچا دی گئیں۔

(۳)

اس مختصر سی تاریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ طارق بن زیاد کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد عیسائیوں نے سات سو سال کبھی بھی جنگ کر کے دوبارہ اسپین پر اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں سے اسلامی حکومت کا خاتمہ خود مسلمانوں کے ہاتھ ہوا جو سات سو سال تک باہمی خانہ جنگی اور قتل و غارت گری میں لگے رہے۔ اب اس پس منظر میں اقبال کی ان پانچ نظموں کو اگر پڑھا جائے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال بلا واسطہ تفصیلی طور پر صرف اسپین پر پانچ نظمیں لکھ کر خدا کے ان ارشادات کی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ:

"اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔" (سورۃ الاعراف، رکوع ۱۲) "لوگو! تم سے پہلے کی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی

ول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور
س طرح ہم مجرموں کو ان کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے
زمین میں ان کی جگہ دی ہے، تاکہ دیکھیں تم کیسے
۔ رکوع ۲) "اگر تم ایمان رکھو اور تقویٰ کی روش
کو دے گا اور وہ تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا...
لہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہونگے"
(سورۃ محمدؐ ۴۷۔ رکوع ۴)

اقبال کی پہلی نظم "طارق کی دعا" (اندلس کے میدان جنگ
ں دلیل ہے۔ کیوں کہ راڈرک شاہ اسپین کی فوجوں سے
یدانِ جنگ میں خدا سے جو بھی دعا کی ہو وہ تو بجنسہٖ
حب اوصافِ حجازی" کے ایمانی جذبہ کو ملحوظ رکھ کر یہ
ں کی رہی ہو گی۔ طارق کی زبان پر اقبال نے جو دعائیں رکھی ہیں انکے چند اشعار

ے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
یا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
ں — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
د — ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
ے — وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لَا تَذَرْ میں
وں میں بیدار کر دے
ں کو تلوار کر دے

نعرۂ لَا تَذَرْ کی تلمیح سے اقبال کا اشارہ درج ذیل آیت کی طرف ہے:

"اور نوحؑ نے کہا، "میرے رب، ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ (وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا) اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔" (سورہ نوح ۷۱۔ رکوع ۲)

اس آیت کی طرف اشارہ کرنے سے اقبال کا مطلب یہ ہے کہ مومن کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے اور اسلام سارے ادیان پر غالب آجائے چنانچہ وہ اسی مقصد کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔

اقبال نے طارق کے ہمراہیوں کو "پراسرار بندے" اس لئے کہا ہے کہ جب شاہ اسپین راڈرک کے سپہ سالار کو طارق نے شکست دے دی تو وہ اس شکست سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس نے راڈرک کو ان الفاظ میں اس واقعہ کی اطلاع دی:۔

"ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے کہ نہ ان کا وطن معلوم ہے نہ اصلیت کہ وہ کہاں سے آئے ہیں۔ زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اتر پڑے ہیں۔"

اطلاع کے اس آخری فقرہ سے اقبال نے "پراسرار بندوں" کی ترکیب اخذ کی ہے۔ جہاں تک "ذوق خدائی" بخشے جانے والے بندوں کو ٹھوکروں سے دریا کے دونیم ہونے کی بات ہے اس کی مثال قرآن میں قصۂ فرعون وکلیم کے سلسلہ میں مذکور ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر راتوں رات نکلے تو فرعون کے لشکروں نے آپ کا تعاقب کیا۔ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو قرآن میں مذکور ہے کہ :۔

"موسیٰؑ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ: "ہم تو پکڑے گئے" موسیٰؑ نے کہا: "ہرگز نہیں۔

ہ ضرور ہماری رہنمائی فرمائے گا۔" ہم (خدا) نے موسیٰ
: "مار اپنا عصا سمندر پر۔" یکایک سمندر پھٹ
ظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اسی جگہ ہم دوسرے
سیٰ اور ان سب لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، ہم
رق کر دیا۔" (سورۃ الشعراء ۲۶۔ رکوع ۴)

ں جو دعا مانگی گئی ہے وہ اپنے اندر شان عمومیت رکھتی ہے.
ر سکتے ہیں جو طارق نے ۹۲ھ میں مانگی تھی.

(۴)

قبال کی دوسری نظم: "عبدالرحمٰن اوّل کا بویا ہوا کھجور کا پہلا
نوان کے تحت اقبال نے یہ ذیلی نوٹ دیا ہے کہ :-
ل کی تصنیف سے ہیں تاریخ المقری میں درج ہیں۔
ترجمہ ہے (درخت مذکور مدینۃ الزہرا میں بویا گیا تھا.)

زاد اور خود مختار اسلامی حکومت کا فرماں رواں تھا، میوہ دار
ں نے اپنے قصر کے بائیں باغ میں کھجور کا درخت بھی بویا تھا
تی۔ ایک دن شام کے وقت وہ جب باغ میں آیا تو وہ اس
س کی غداری اور بے وفائی سے حد درجہ ملول تھا۔ اسی حال
درخت پر پڑی جسے دیکھ کر اس کے دل میں اپنے وطن کی
بے اختیار اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے جن کا اقبال
عض خیالات کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے :-

تبدت لنا وسط الرصافۃ نخلۃ — تنأت بأرض الغرب عن بلد النخل
فقلت شبیہی بالتغرب والنوی — وطول التنائی من بنی ومن اہلی
نشأت بأرض انت فیہا غریبۃ — فمثلک فی الاقصاء والمنتأی مثلی
سقتک غوادی المزن فی المنتأی الذی
یصح و یستقی المساکین بالوبل

اس نظم کے آزاد ترجمہ میں اقبال نے سب سے آخر میں ایک حقیقی مومن کے طرز فکر اور طرز عمل کو اس طرح رقم کیا ہے ؎

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے — مومن کا مقام ہر کہیں ہے

یہ تھیں طارق اور عبدالرحمٰن اوّل کی دو عظیم ہستیاں جنہوں نے اسپین میں کلمۂ حق بلند کیا اور جن پر درج ذیل قرآنی آیات کا اطلاق ہوتا ہے :-

"اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔" (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۴۶)

(۵)

اب وہ تین نظمیں ہیں جو سرزمینِ اندلس میں لکھی گئیں جن میں ایک "ہسپانیہ" ہے۔ اس نظم میں اقبال نے ان عرب صحرا نشینوں کے جذبۂ ایمانی کی یاد دلائی ہے جنہوں نے حق کا عَلَم بلند کرنے کے لئے اس سرزمین کو اپنے خون سے سینچا جس کی بدولت یہ سرزمین اقبال کی نظروں میں حرم کی روح مقدس ہو گئی۔ اور جس زمین کی خاک میں اقبال کے دل کی نگاہوں

ت نظر آنے اور اس کی ہواؤں سے کانوں میں خاموش اذانیں سنائی دیں۔
پہ اقبال کے وفورِ جذبات کا اندازہ اس نظم کے چند درج ذیل ابتدائی
تا ہے :۔

سلماں کا امیں ہے　　مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
یں سجدوں کے نشاں ہیں　　خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں

روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں

قبال اپنے عہد کے مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو استفہامیہ انداز میں اس
یا: "پھر تیرے حسینوں کی ضرورت ہے حنا کی؟"۔ اور ساتھ ساتھ دوسر
کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ: "باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں!"۔ جس
ے کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کے مٹ جانے کا یہ مطلب نہیں کہ سارے مسلمانوں
ہے بلکہ ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حق کا علم بلند کرنے کی خاطر
کتے ہیں۔ اور اس کی وجہ بھی اگلے شعر میں یہ بتاتے ہیں کہ ؎

سے دب جائے مسلماں　　مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں

یدی "زوالِ علم و عرفاں" تھی اور وہ لَا غَالِبَ اِلَّا ھُوْ پر یقین رکھتے
ارشادات پر بھی یقین رکھتے تھے جن کی ترجمانی انہوں نے اس شعر میں کی ہے کہ:۔

ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی
شکر (یعنی اہلِ ایمان کا لشکر) ہی غالب ہو کر رہیگا۔" (سورۃ الصّٰفّٰت
للہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہو کر رہیں گے۔

فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے۔" (سورۃ المجادلۃ ۵۸۔ آیت ۲۱)

"دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن ہو۔" (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۳۹)

اس نظم کے آخری دو اشعار میں اقبال نے دولتِ غرناطہ (موجودہ گرانڈا) کے زوال پر اپنے دردِ دل کا اظہار کیا ہے جو ہسپانیہ میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی آخری نشانی تھی اور جس کے سقوط کے بعد مسلمان اس ملک سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئے۔ ان اشعار میں اقبال نے اس کے آخری فرمانروا ابو عبداللہ کی بزدلی، بے دینی، بے غیرتی اور پست ہمتی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو عبداللہ نے قسطلہ کے عیسائی شاہ فرڈیننڈ سے یکم ربیع الاول ۸۹۷ھ مطابق ۱۴۹۲ء کو ایک خفیہ معاہدہ کرکے ساری سلطنت اس کے حوالہ کردی اور وہ قلعہ کی کنجیاں اسے دے کر البشراۃ کی طرف روانہ ہوگیا جب وہ بیس میل چل کر ایک گاؤں میں رکا تو اپنے قصر کی یاد میں بچوں کی طرح رونے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کی غیرت مند ماں نے اس سے کہا:۔

"جب تو مردوں کی طرح اس محل کی حفاظت نہ کرسکا تو اب عورتوں کی طرح رونے سے کیا حاصل؟"

فرڈیننڈ نے ابو عبداللہ کو البشرہ میں بھی رہنے نہیں دیا۔ اور جب وہ وہاں سے نکالا گیا تو وہ افریقہ جاکر شاہِ مراقش کا ملازم ہوگیا اور وہیں فوت ہوگیا۔ اس نظم "ہسپانیہ" کے درج ذیل آخری دو اشعار ان ہی واقعات کے پس منظر میں ذہن نشین کئے جاسکتے ہیں:۔

غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن　　تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی　　ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں

دولتِ غرناطہ کے زوال اور بربادی پر ابن بدرون نے مرثیہ لکھا تھا جس کا ذکر اقبال نے "بانگِ درا" کی نظم "صقلیہ" کے اس شعر میں کیا ہے ؎

...ب برباد کی　　　ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی

(۶)

...سب سے معرکۃ الآرا نظم "مسجد قرطبہ" ہے۔ قرطبہ (موجودہ کورڈووا)
...ء میں فتح اندلس کے بعد عربوں نے اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اس کی
...ن و شوکت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا طول و
... مسجد کو سلطان عبدالرحمٰن اول نے جامع دمشق کے نمونہ پر
... قرطبہ کے بعد یہ عدیم المثال مسجد گرجا بن گئی یعنی فاتحین نے
...اسا گرجا تعمیر کر لیا اور اس وقت سے یہ مسجد محروم اذاں ہے۔
...اقع ہے۔ چنانچہ اس نظم میں اقبالؔ نے اسی مناسبت سے یہ
...کے قریب ہی واقع ہے

...ے کوئی　　　دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

... نے حکومتِ ہند کے ذریعہ مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنے کی اجازت
...دیا۔ دوسری روایت ہے کہ جب اقبالؔ اس مسجد میں پہنچے
...از پڑھی جب تک حکومت کے کارندے ابھی یہ مشورہ کر ہی
...ور نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے یا نہیں۔
...سجد کے جلال و جمال کی تعریف کی ہے مگر وہ اس کی وجہ یہ بتاتے
..." تھے عشقِ رسولؐ میں دیوانے تھے، "مردانِ حق" تھے "حاملِ
...یقین" تھے، "اہلِ دل" تھے" اس لئے لازم ہے کہ جو چیز بھی انہوں
... یکتا ہی ہوگی کیونکہ جو مومن اتنے اوصاف سے متصف ہو

اس کی کار آفرینی، کارکشائی اور کارسازی میں اس کے ذاتی کردار کا ہی پرتو نظر آئے گا۔ اس مسجد میں اقبالؔ جو حسن دیکھتے ہیں اسے وہ قلبِ مسلماں سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں

ہے تہِ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر　　　قلبِ مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں

اس نظم کا کمال یہ ہے کہ اقبالؔ نے وقت، فن اور عشق اور ان کے تحت نظریہ و تاریخ اور انقلابِ حال کی ایسی تصویر کشی کی ہے جس میں شاعر کے خونِ جگر میں ڈوبے ہوئے قلم نے فکر کو جذبہ میں اور جذبہ کو متحرک تصویروں میں منتقل کر دیا ہے۔ اس نظم میں جذبات سے فکر کو مہمیز ہوتی ہے اور فکر و تخیل کی مدد سے قاری حقیقت کی گرفت کی کوشش کرتا ہے گویا ایک معکوس ایجادی عمل سے وہ بھی گزرتا ہے۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "نقوشِ اقبال" میں اس نظم پر ایک جامع تبصرہ ان الفاظ میں رقم کیا ہے جو اس نظم کی ظاہری اور باطنی خوبیوں اور اس کی بے اندازہ جاذبیت اور دلکشی پر محیط ہے۔ لکھتے ہیں:-

"اقبال نے اس تاریخی اور تاریخ ساز مسجد کی ساخت میں بیکراں جذبات، پاکیزہ محبت کے احساسات، فن تعمیر کی عبقریت، اسلامی آرٹ کا اعجاز اور اس کی کرامت کی سادگی و پُرکاری، جمال کی رعنائی اور حسن کی یکتائی کا بڑی بصیرت سے معائنہ کیا۔ اس منظرِ عبرت اثر نے مومن شاعر کے نازک جذبات کے تار چھیڑ دئے جس کے نتیجے میں وہ لافانی نغمہ دنیا نے سنا جسے ہم "مسجد قرطبہ" والی نظم میں گونجتا ہوا پاتے ہیں۔ اقبالؔ کی نظر میں یہ دقیع مسجد اپنی مجموعی تصویر و تاثیر میں مومن کی تعمیر اور اس کی معنوی خوبیوں کی مادی تفسیر ہے ... اس نظم میں اقبالؔ نے اپنے مردِ مومن اور انسانِ کامل کا پورا تعارف کرایا۔ اس کے ایمان و خلوص، روحانیت و محبت و جمال کی تصویر کشی کی اور اپنے فلسفۂ خودی کے بنیادی نکات کو ایمانی صفات کا رنگ

کے مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے مستقبل تک پہنچ گئے
سجد قرطبہ کے آئینے میں ہم اقبالؔ کی ہشت پہلو شخصیت
تے ہیں اور ان سے مل سکتے ہیں۔" (از مضمون: "مسجد قرطبہ")

ان حسینوں کی تلاش ہے جو اس بے اذان مسجد میں پھر کلمۂ حق بلند
نے "عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں" کا لقب دیا ہے۔ اس مسجد
اں نصیبی پر وہ صرف آنسو نہیں بہاتے بلکہ اپنے عہد کے مسلمانوں
لگا کر عشقِ رسول ؐ میں وہی گردیدگی پیدا کرانا چاہتے ہیں جو اس مسجد
سجد سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں :۔

و آسماں — آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں
منزل میں ہے — عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں!

جھکنے پر آخری تین اشعار میں یہ نکتہ ذہن نشین کراتے ہیں کہ :۔

ہے وہ زندگی — روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب
وہ قوم — کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

ب سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

لامیہ" کے تیسرے بند میں اقبالؔ سرزمینِ قرطبہ کو اس تہذیب کا
ولت یورپ کے علمی باغوں کی بیلیں سرسبز ہو رہی ہیں یعنی
کہتے ہیں :۔

کا نور — ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی — اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

(۷)

سرزمین اندلس میں لکھی گئی آخری اور تیسری نظم "دعا" ہے جس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ مسجدِ قرطبہ میں بیٹھ کر لکھی گئی۔ اس میں اقبالؔ نے دعا کی اہمیت، ماہیت اور افادیت پر شروع کے اشعار میں قرآنی تصورات کو پیش کیا ہے۔ اور آخر میں اسپین سے مسلمانوں کی تباہی پر ندامت کے ساتھ عام مسلمانوں کی طرف سے اپنی کوتاہیٔ عمل کا اعتراف کرتے ہوئے پھر وہی شرابِ کہن عطا کئے جانے کی مانگ کی ہے جو "صاحبِ اوصافِ حجازی" کو عطا کئے گئے تھے۔ اس دعا میں وہ اپنی قوم کے تمام افراد کو بھی شریک کرتے ہیں جن کے لئے دنیوی مشغولیت ہی سب کچھ ہے یا جو عزلت گزیں ہیں مگر پھر بھی سب خدا کی نگاہِ کرم ہی کے منتظر ہیں۔ کہتے ہیں :۔

پھر وہ شرابِ کہن مجھ کو عطا کر کہ میں — ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کر جام و سبو
چشمِ کرم ساقیا دیر سے ہیں منتظر — جلوتیوں کے سبو خلوتیوں کے کدو!

اقبالؔ کے کلام میں دعاؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے کیوں کہ دعائیں مغزِ عبادت ہے۔ انہوں نے دوسرے موقعوں پر بھی خدا سے اسی "شرابِ کہن" عطا کئے جانے کے لیے دستِ سوال پھیلایا ہے۔ چنانچہ "بالِ جبریل" کی مثنوی "ساقی نامہ" میں بھی ملتی ہیں کہ ؎

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا — وہی جام گردش میں لا ساقیا

اقبالؔ کے نزدیک یہ "شرابِ کہن" ہے عشقِ رسول ؐ میں گردیدگی۔ جو "عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں" پیدا کرتی ہے۔ یہ "شرابِ کہن" کیسی سرمستی پیدا کرتی ہے اسے اقبالؔ نے متذکرہ بالا شعر کے بعد ہی اس شعر میں تشریح کر دی ہے ؎

مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا — مری خاک جگنو بنا کر اڑا!

...ن امیٹھوی اور ان کی تفسیر احمدی

از

...رف اعظمی عمری رفیق دار المصنفین

(۲)

...طبی : علم تجوید و قرأت میں شاطبی کے منتخبات کا یہ مجموعہ ...ں کے دوران مرتب کیا۔ غالب قرینہ یہ ہے کہ یہ رسالہ عربی

...یون کے بیان کے مطابق چھ دفتروں پر مشتمل تھی جس میں ...ثنوی مولانا روم کی مثنوی کے طرز پر تھی۔

...ں دیوان حافظ کے نہج پر پانچ ہزار اشعار کا ایک مجموعہ تھا۔

...یں قصیدہ بردہ کے طرز پر دو سو سات اشعار پر مشتمل ایک ...دوران کہا اور اس کی عربی شرح بھی لکھی۔

...و بلیغ عربی قصائد جن کی تحسین حرمین کے لوگوں نے کی۔

...شیخ ابو البرکات نسفی کی کتاب منار الانوار کی شرح ہے جو ...ہے۔ ملاجیون نے اس شرح کو ۱۱۰۵ھ میں مدینہ منورہ کے ...عرصہ میں روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر تصنیف ...نصاب میں داخل ہے۔ اس کی زبان نہایت دلکش اور سہل ...ر بہ دل نشیں ہے کہ آج بھی یہ کتاب متداول اور نصاب میں داخل ہے۔

۱۰۔ سوانح : یہ رسالہ جامی کی لوائح کے طرز پر ہے۔ جب دوبارہ انہوں نے حجاز کا سفر کیا تو اسی زمانہ میں اس کو لکھا۔

۱۱۔ مناقب الاولیاء : غالباً یہ ملاجیون کی آخری تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات لکھے ہیں اور خود اپنی ستر سالہ سوانح عمری بھی درج کی ہے۔ جس کا تکملہ ان کے فرزند ملا عبد القادر نے ان کی وفات کے بعد لکھا۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دار المصنفین میں موجود ہے جو ۱۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں عاشق علی کے ہاتھوں قلمبند کیا گیا ہے۔

تفسیر احمدی کی خصوصیات | یہ مکمل قرآن مجید کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ اس میں احکام و مسائل سے متعلق آیتوں کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ملا صاحب نے قرآن مجید کی اکسٹھ سورتوں کی اہم احکامی آیتوں سے تعرض کیا ہے۔ ان احکام کی تعداد دو سو ستہتر (۲۷۷) ہے، بقیہ سورتوں کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احکام سے خالی ہیں۔ اس کی مکمل فہرست انہوں نے مقدمہ میں درج کر دی ہے۔

اس تفسیر کی ترتیب قرآن مجید کی سورتوں کے مطابق ہے۔ آیات کی تشریح میں ان کے نزول کا پس منظر بھی بیان کیا ہے اور الفاظ کی لغوی تحقیق بھی کی گئی ہے، اور فقہی مباحث میں فقہ اور علم کلام کی اہم تصانیف کی روشنی میں جا بجا منطقیانہ استدلال بھی کیا گیا ہے۔ اور حنفی نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے، زبان و بیان دلکش و دلآویز ہے جس میں سجع و قوافی کی مکمل رعایت کے باوجود ادائے مطلب میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا ہے۔

بظاہر اس تفسیر کا اصل ماخذ امام رازی کی تفسیر کبیر ہے، لیکن ترتیب و تبویب امام ابوبکر بن عربی اندلسی اور امام ابوبکر الجصاص حنفی کی احکام القرآن کے انداز پر کی ہے گو مصنف نے خود کہیں اس کی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ بلکہ انہوں نے امام غزالی کی ایک تصنیف کو اس کا محرک

...ستیاب نہیں ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

ع من افواہ	میں عرصہ سے بزرگوں کی زبانی یہ سنا کرتا تھا
امام الغزالی	کہ امام غزالی نے جو ایک بلند پایہ علمائے اسلام
علماء الاسلام	میں تھے اپنی صلاحیت امکان کے مطابق
م بحسب	احکامی آیات کو جمع کرنا شروع کیا تھا۔ جن
ی بلغت	کی تعداد پانچ سو تھی۔ ایک مدت کے بعد
نقصان	جب میں نے کبار علماء کی کتب اصول پڑھیں
ة من الزمان	تو ان میں بھی اس عجیب وغریب اور دلچسپ
حتی وقفت	حکایت کا تذکرہ نظر سے گزرا، مگر ایمان و
ماء الفحول	یقین میں پختگی وکمال کے بعد جب میں نے ان
ة البدیعة	آیتوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو شب و
الحکایة	روز تلاش وجستجو میں منہمک رہنے کے
ایمانا و	باوجود مجھے اس میں نہ کامیابی ہوئی اور نہ
التفحص	اس سلسلہ میں کوئی کتاب دستیاب ہوئی۔
سبحانه	پھر میں الہام سے اس پر مامور ہوا کہ اللہ کی
لم اجد علیها	مدد اور توفیق سے یہ اہم کام انجام دوں۔
اثرا، فامرت	چنانچہ میں نے قرآن مجید کی ترتیب کے موافق
هم من	ان آیتوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا جن سے فقہی
لها بعون	احکام، اصولی قواعد اور کلامی مسائل کا استنباط

الله تعالیٰ وتوفیقه واستخرجها	ہوسکتا تھا۔ پھر عمدہ طریقے سے ان کی تفسیر
بهذا الیة طریقة فأخذت اجمع	بیان کی اور اس کے ہر پہلو سے ان کی شرح
الآیات التی استنبطت عنها	کی۔ اور اپنی کتاب میں ماہر علماء کی متداول
الاحکام الفقهیة والقواعد	کتابوں، ائمہ کے درمیان معروف ومقبول
الاصولیة والمسائل الکلامیة	تصنیفات اور ان کے علاوہ بھی مختلف علوم
بالترتیب القرآنیة ثم فسرتها	وفنون کی کتابوں سے مدد لی۔
باحسن وجه من التفسیر و	
شرحتها باکمل جهة من التحریر	
اخذا من الکتب المتداولة	
لفحول العلماء والزبر المتداورة	
بین الائمة وما ذلك من فن	
وشعب بل عن فنون مختلفة و	
شعب کثیرة [1]	

گو ملاجیون کے مذکورہ بالا بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس موضوع پر قدماء کی کتابیں دستیاب نہیں تھیں، تاہم ان کی تفسیر کا اکثر مواد تفسیر کبیر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ انھوں نے براہ راست اس سے استفادہ نہیں کیا بلکہ بالواسطہ دوسرے مصادر سے اس سے فائدہ اٹھایا ہے جس کی تفصیل دیباچہ میں موجود ہے۔

تفسیر کے مراجع | اس تفسیر کی ترتیب میں ملاجیون کے پیش نظر علم تفسیر اور دیگر علوم وفنون کی جو

۱؎ تفسیر احمدی، ص ۴۔ ۵ مطبوعہ حسنی پریس کلکتہ۔

انہوں نے مقدمہ میں درج کی ہے۔ فن تفسیر میں انوار التنزیل
) تفسیر حسینی (ملا واعظ حسین کاشفی) تفسیر کشاف (زمخشری) تفسیر
فی علوم القرآن (سیوطی) کو انہوں نے اپنا ماخذ بنایا ہے۔ فقہ میں شرح
ح اور فتاوی حمادیہ اور اصول فقہ میں اصول بزدوی۔

سامی، توضیح شرح تلویح تفتازانی، اور مختصر ابن حاجب وغیرہ
رح مواقف سید شریف جرجانی ان کا مرجع رہی ہیں[1]
لم حدیث کی کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے اس عہد کے
ں حدیث کی جانب کم اعتنا کیا جاتا تھا اور فقہ کو غلبہ حاصل تھا۔
ان کو پیرانہ سالی میں سفر حجاز کے دوران صحیحین کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔[2]
ض مباحث پیش کئے جاتے ہیں ان سے اس کی خصوصیات اور
دلال اور ان کی نکتہ آفرینی وغیرہ کا اندازہ ہوگا۔

سورہ بقرہ کی آیت

وھکم قبل	کچھ سارا کمال اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ
البر من	مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ
خر والملائکة	کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت
... واولٰئک	کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور
	پیغمبروں پر..... یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

ن مفصل اور احکام اسلام کی تشریح کرنے کے بعد لکھا ہے:

خود نوشت، ورق ۴۳ [3] سورہ بقرہ آیت ۱۷۷

"میرے خیال میں النبیین کو جمع مذکر سالم کے صیغہ میں ذکر کرنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ کوئی عورت کبھی نبی نہیں ہوئی بلکہ تمام انبیاء مرد تھے، یہی صحیح بھی ہے اور اس سے ان لوگوں کے قول کی تردید ہوتی ہے جو چار عورتوں حوا، سائرہ، ام موسیٰ اور ام عیسیٰ کو نبی مانتے ہیں[1]"

آگے چل کر اس کی مزید وضاحت اس طرح کی ہے کہ:

وقد یما کان یختلج ھٰذ الاستدلال	یہ دلیل ایک زمانہ سے میرے دل میں دور کر
فی صدری ولکن لما امعنت	گونجتی تھی۔ مگر جب میں اس میں غور و تدبر کرتا
النظر وجدت فیه بحثا لانه	تو اس میں مزید الجھن پیدا ہوتی کیونکہ اس
یحتمل ان یکون صیغة الجمع	کا احتمال ہے کہ جمع مذکر سالم کا صیغہ بربنائے
المذکر السالم باعتبار التغلیب	تغلیب استعمال ہوا ہو۔ جیسا کہ حضرت یوسف
کما فی قوله تعالیٰ حکایة عن	علیہ السلام کے خواب کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ
رؤیا یوسف علیه السلام انی	نے فرمایا ہے۔ انی رأیت احد عشر کوکبا
رأیت احد عشر کوکبا والشمس	والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین۔
والقمر رأیتھم لی ساجدین فان	اس میں لفظ شمس مذکر نہیں ہے۔ سماعی طور
الشمس لم یکن مذکرا۔ اما	پر تو ظاہر ہے اور تاویلاً بھی درست نہیں۔
سماعا فظاھر واما تاویلا فلان	کیونکہ کواکب تو حضرت یوسف کے بھائی ہیں اور
الکواکب اخوة یوسف والشمس	شمس و قمر یا تو ان کے والدین ہیں یا ان کے
والقمر ابواه او ابوه	والد اور خالہ۔ مگر اس کے باوجود اسے جمع مذکر

[1] تفسیر احمدی ص ۴۲

سالم کا ایک فرد بنایا گیا ہے۔ اس لئے منا

یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قرآن مجید کی اس

آیت سے استدلال کیا جائے وما ارسلنا

من قبلك الا رجالا نوحی الیهم۔ اس

یں گو سیاق کلام اس کا متقاضی ہے کہ کوئی

فرشتہ نبی نہیں ہوا مگر اسی سے اشارۃً یہ بھی

سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی عورت بھی نبی نہیں ہوئی۔

نفی تھے اس لئے انہوں نے اپنی تفسیر میں جا بجا اس مذہب

ال پیش کی جاتی ہے۔

درمیان اختلاف ہے، امام شافعیؒ اور بعض دوسرے فقہاء

ض غلام، مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت ہی

اس آیت سے ہے۔

اے ایمان والو تم پر مقتول کا قصاص فرض ہے۔

آزاد کے بدلہ آزاد، غلام کے بدلہ غلام اور

... عورت کے بدلہ عورت .... الخ....

آیت ۱۷۸-۱۷۹۔

اس کے برخلاف فقہائے احناف آزاد کے بدلہ غلام اور مرد کے بدلے عورت کا درست قرار دیتے ہیں۔ اور وہ اس آیت کو دوسری آیت "النفس بالنفس"[۱] سے منسوخ قرار دیتے ہیں اور مشہور حدیث "المسلمون تتکافأ دمائهم" کو بھی وہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

ملاجیون آیت قصاص کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ آیت وجوب قصاص میں برابری اور مساوات کے لئے عبارت النص ہے اور مشروعیت قصاص یعنی مقتول کے بدلہ میں قاتل کو قتل کئے جانے کے سلسلہ میں اشارۃ النص ہے۔ اس کی صراحت ابھی تک گو کسی نے نہیں کی ہے مگر میں نے اس کو امام زاہد کے اس بیان سے مستنبط کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب دو قبیلوں کے درمیان لڑائی ہوتی تھی تو طاقتور قبیلہ (بنو نضیر) کے لوگ کمزور قبیلہ (بنو قریظہ) کے دو آزاد آدمیوں کو اپنے ایک آزاد آدمی کے بدلہ میں اور ان کے ایک آزاد مرد کو اپنے ایک غلام کے عوض میں قتل کر دیتے تھے اور اسی طرح ان کے ایک آدمی کو اپنی عورت کے بدلہ میں قتل کیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس فعل کو حرام قرار دیا گیا... اس طرح آیت کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ ایمان والو تم پر مقتول کا قصاص یعنی اس میں مساوات و برابری فرض کی گئی ہے نہ کہ زیادتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد الحر بالحر، والعبد بالعبد، والانثی بالانثی کی وضاحت بھی کی گئی ہے، یعنی ایک آزاد کے بدلہ میں ایک آزاد ہی قتل کیا جائے دو نہیں، اور غلام کے بدلہ میں غلام ہی قتل کیا جائے، آزاد نہیں اور عورت کے عوض عورت ہی قتل کی جائے مرد نہیں۔"[۲]

۱؎ سورہ مائدہ آیت ۴۵ ۲؎ تفسیر احمدی، ص ۴۳

...کو سورہ مائدہ کی آیت "النفس بالنفس"[الخ] سے منسوخ نہیں ...جیہہ کرتے ہوئے فقہائے احناف کی تائید کرتے ہیں۔

...ب حسن و	میرے پاس اس موقع کے لئے بہترین جواب
...ار القصاص	یہ ہے کہ جب قصاص کا دار و مدار مساوات
...من یقتل	پر ہے تو جس نے قتل کیا ہے اسی کو قتل
...حرا کان	کیا جانا چاہئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ آزاد
...کبیراً	ہو یا غلام، کمسن ہو یا بڑا صحت مند ہو یا
...و انما نص	مریض۔ آیت شریفہ میں الحر بالحر الخ کی
...م کانوا لم	وضاحت اس لئے وارد ہے کہ عرب صرف
...تصروا	قاتل ہی کو قتل کرنے پر اکتفا نہیں کرتے
...ر بالعبد	تھے بلکہ غلام کے بدلہ آزاد۔ اور ایک آزاد
...ر بالانثی	کے بدلہ میں دو آزاد مرد اور عورت کے
...لواحد	بدلہ میں مرد کو قتل کرتے تھے۔ پس آیت کا
...لانثی اذا	مطلب یہ ہوا کہ آزاد نے اگر قتل کیا ہو تو
...ن الآیۃ	اسے قتل کیا جائے اور اگر عورت قاتلہ ہو تو اسے
...ی غیر	قتل کیا جائے اس طرح یہ آیت منسوخ ہوئے
...[ۃ]	بغیر امام مالک اور امام شافعی کے خلاف
	دلیل بن جائے گی۔

اس کی تائید متاخرین علمائے احناف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:-

وکان النظر الاصلی الی المساواۃ	اس میں اصل مقصود مساوات ہے اور اس سے
نفیا لقولهم بالرجل منا الرجلین[الخ]	ان کے اس قول کی تردید مقصود ہے کہ ہمارے
لا نفیا للقصاص بین الرجل	ایک آدمی کے بدلہ میں دو آدمی قتل کئے جائیں گے
والمرأۃ۔[۱]	اس سے مرد اور عورت کے درمیان قصاص کی
	نفی نہیں ہوتی۔

وما اُھل لغیر اللّٰہ کی تفسیر سورۃ بقرہ کی آیت انما حرّم علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللّٰہ ...[الخ] میں وما اھل بہ لغیر اللّٰہ کی تفسیر کرتے ہوئے ملاجیون لکھتے ہیں:

"اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی بت مثلاً لات و عزی یا کسی نبی کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔[۳]" ملا صاحب نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان کے عہد میں جو جانور اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کے طور پر ذبح کئے جاتے ہیں ان کا کھانا حلال ہے کیونکہ ذبح کے وقت ان پر غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔[۴]

ملاجیون کے اس استنباط پر صاحب تفسیر جواہر القرآن نے اعتراض کیا ہے لکھتے ہیں:

"تفسیر احمدی میں دوسرے پارے کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ "اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کا کھانا جائز ہے۔" مردود ہے الا آنکہ اس کی یہ تاویل نہ کی جائے کہ نذر کرنے والے کا مشرکانہ عقیدہ بدل گیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔[۵]"

---

[۱] تفسیر بیان القرآن جلد ۱ ص ۹۹ [۲] سورۃ بقرہ آیت ۱۷۳ [۳] تفسیر احمدی ص ۳۹ [۴] ایضاً
[۵] تفسیر جواہر القرآن از مولانا حسین علی صاحب ج ۱ ص ۹۴۔

...علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں ملاجیون کا دفاع کیا ہے وہ لکھتے ہیں:
...تفسیر احمدی کی عبارت سے جو شبہ ہوا ہے۔ اس کا جواب اس کے منہیہ
...ب نے ایصال ثواب کی بنا پر حلت کا حکم لگایا ہے اور وہ بلا تاویل

...ورۃ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت میں مشرک مردوں اور مشرک عورتوں سے نکاح کی
...انعت کا حکم وارد ہوا ہے۔

...شرکات حتی یؤمن ...ة خیر من مشرکة ...لا تنکحوا المشرکین ...عبد مؤمن خیر ...لو اعجبکم اولٰئك ...نار واللّٰه ...ة والمغفرة ...ن آیاته للناس ...ون[2]	اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو، اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو، یہ لوگ دوزخ کی تحریک دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے۔ اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلادیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں۔

...ص ۹۷ ۲؎ سورۃ بقرہ آیت ۲۲۱

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ملاجیون نے مشرک اور اہل کتاب عورتوں سے نکاح کا حکم بھی بیان کیا ہے، اور انہوں نے مفسرین و فقہاء کے اقوال قلمبند کرنے کے بعد اس سلسلہ میں اپنی یہ رائے دی ہے:

وما تفرد به خاطری هو ان معنی قوله تعالیٰ حتی یؤمن حتی یصدقن بنبی و یقررن بکتاب والکتابیة المشرکة کذالك[1]	اور میرا اپنا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد حتیٰ یؤمن کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تک کہ وہ کسی نبی کی تصدیق کریں اور کسی کتاب کا اقرار کریں۔ چنانچہ مشرک اہل کتاب عورتوں کا بھی یہی حکم ہوگا۔

تفسیر آیات میں ربط و نظم کا اہتمام

ملاجیون کی اس تفسیر میں آیات احکام کی تشریح اور وضاحت کے ساتھ ان کی باہمی مناسبت بھی دکھائی گئی ہے مثلاً سورہ بقرہ میں نہایت تفصیل سے روزہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس ضمن میں بعض ایسے امور و احکام بھی بیان ہوئے ہیں، جن کا بظاہر احکام صیام سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب أجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی و لیؤمنوا بی لعلهم یرشدون[2]	اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کرسکیں گے۔

۱؎ تفسیر احمدی، ص ۸۲ ۲؎ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶۔

م صوم پر مشتمل آیتوں سے اس کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

لدعوة استغفارهم	یہ اس دعائے استغفار کی قبولیت کا حکم
عصية و به	ہے، جو روزے کے سلسلہ میں ہونے والی
ة مع ماقبلها	لغزشوں کے لئے بندوں کی جانب سے کی
رله	گئی تھی۔ اس تاویل سے یہ آیت اپنے
	ماقبل و مابعد سے مربوط ہوتی ہے۔

س آیت سے پہلے روزہ کے مفصل احکام بیان ہوئے ہیں اور اس کے
نے والی لغزشوں کا تذکرہ ہے۔

بقرہ کی ایک ہی آیت میں یہ دو علیحدہ علیحدہ حکم ایک ساتھ بیان ہوگئے ہیں۔

الاهلة قل	آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات
للناس والحج	کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند آلہ
ن تاتوا البیوت	شناخت اوقات ہیں لوگوں کے لئے اور
او لکن البر	حج کے لئے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں
توا البیوت	کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے
اتقوا اللہ	آیا کرو۔ ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی
ون۔ ۲ه	شخص حرام سے بچے اور گھروں میں ان کے
	دروازوں سے آؤ اور خدائے تعالیٰ سے
	ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

ہ ۲ه سورہ بقرہ آیت ۱۸۹

ملاجیون ان دونوں علیحدہ حکموں کے درمیان ربط کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

فان قیل ماوجه اتصال قوله	اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں احکام میں کیا
تعالیٰ ولیس البر بیان الاهلة	تعلق ہے اور یہ دونوں بغیر کسی مناسبت
فی آیة واحدة من غیر	کے ایک ہی آیت میں کیوں ذکر کئے گئے
مناسبة قلت وجه	ہیں تو میں کہوں گا کہ یا تو ان کا تعلق اس
اتصاله ما قالوا لما ذکر انها	طور پر ہے کہ چاند کی منزلوں کو حج کا آلہ
مواقیت للحج وهٰذا ایضاً من	شناخت اوقات بتایا گیا ہے اور ان
افعالهم فی الحج ذکره للاستطراد	کا یہ فعل یعنی گھر میں دروازہ کے بجائے
والتبعیة او انهم سألوا	پشت کی طرف سے داخل ہونا بھی زمانہ
عن الامرین جمیعا فاجاب	جاہلیت میں حج کا ایک فعل تھا۔ اس لئے
عنهما او انهم لما سألوا	ضمناً اس کا ذکر بھی حج کے ساتھ کیا گیا
عما یعنونه ولا یتعلق بعلم	ہے۔ یا یہ کہ انہوں نے ان دونوں احکام
النبوة وترکوا السوال عما	کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس لئے دونوں
یعنونه ویختص بعلم النبوة	کے جوابات دئے گئے۔ یا یہ کہ انہوں نے
عقب بذکره جواب ماسألوا	وہ بات دریافت کی جس کا تعلق خود ان
تنبیها علی ان اللائق بهم ان	سے ہے علم نبوت سے اس کا کوئی تعلق
یسئلوا امثال ذلك ویهتموا	... نہیں اور انہوں نے وہ بات چھوڑ
بالعلم بها او ان المراد التنبیه	دی جو علم نبوت ہی کے ساتھ مخصوص ہے
علیٰ تعکیسهم السوال وتمثیلهم	اور ان کے لئے مفید ہے، تو ان کے سوال

کاجواب دینے کے بعد اس کو بھی تاکیدی طور
پر ذکر کیا گیا کہ تمہارے لئے بہتر تو یہ تھا
کہ تم اس طرح کی باتیں دریافت کرتے اور
ان کو جاننے کی کوشش کرتے۔ اور یہ بھی
ممکن ہے کہ اس سے ان کے الٹے سوالات
پر تنبیہ مقصود ہو اور ان کی مثال اس شخص
کی حالت سے دی گئی ہو جو گھر کا دروازہ
چھوڑ کر اس کی پشت کی طرف سے اس میں
داخل ہو۔

وش کا اندازہ ہوتا ہے جو ملا صاحب نے آیات و احکام
سورہ قیامہ کی مندرجہ ذیل آیتوں کے ربط و تعلق کے سلسلہ

اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا
کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں ہمارے
ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا
دینا تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں تو آپ
اس کے تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کا بیان
کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اے منکرو ہرگز

وتذرون الآخرۃ ؀۱ — ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ملاجیون نے پہلے تو مفسرین کا یہ عام قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی آمد کے وقت جلدی جلدی اسے یاد رکھنے کے لئے اس کو دہرایا کرتے تھے تاکہ وہ محفوظ رہ جائے۔ مگر پھر وہ اس قول پر اپنی بے اطمینانی ظاہر کرتے ہوئے خود یہ لکھتے ہیں کہ اس صورت میں ماقبل و مابعد کی آیات سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

وقد تصرف الآیۃ الی	اس آیت کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ اس
بیان حال الانسان المتکبر	میں متکبر انسان کی قیامت کے دن کی
یوم القیامۃ وقت قراءۃ	حالت بیان کی گئی ہے کہ جب اعمال نامہ
اعمالہ ای لا تعجل ایھا	اس کو پڑھنے کے لئے دیا گیا ہو کہ اے
الانسان بقراءۃ کتاب	انسان اس اعمال نامہ کو پڑھنے میں جلدی
الاعمال بل تأمل فیہ۔	نہ کر بلکہ اس میں غور کر اور ٹھہر۔
وانتظر فانا جمعنا فیہ من	ہم نے اس کو جمع کیا پھر جب ہم اسے پڑھیں
اعمالک فاذا قرأناہ فاتبع	تو تو اسے اقرار اور تامل کے ساتھ پڑھ پھر
قرانہ بالاقرار وبالتامل	ہم اس کا بدلہ واضح طور پر دیں گے۔ اسی
فیہ ثم ان علینا بیانہ بالجزاء	طرح کلا تحبون العاجلۃ کو بھی اسی
علیہ وکذا ایصرف قوا کلا تحبون	انسان کی حالت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔
العاجلۃ الی روع الانسان	اس طرح یہ پوری بات مربوط ہو جائے گی۔
فتم الکلام کلہ انتظاما ؀۲	

۱ سورہ قیامہ آیات ۲۰، ۲۱ ۔ ۲ تفسیر احمدی ص ۴۹۰-۴۹۱

خبار علمیہ

...یں بعض انگریزی رسائل وجرائد کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔
...قصد رسالہ ماہنامہ ینگ مسلم ڈائجسٹ گذرا ہے، یہ بنگلور سے
...شائع ہوتا ہے، اس کی مجلس ادارت میں مولانا سید ابوالحسن
...ی شریعت، مولانا عبدالکریم پارکھ اور سید مصطفی رفاعی ندوی شامل
...ے، تازہ شمارہ میں طبری، زمخشری، رازی، قرطبی، ابن کثیر، آلوسی،
...ولانا دریابادی، مولانا محمد شفیع اور مولانا مودودی کی تفسیروں
QURAN SPEAKS... کے نام سے شروع کیا گیا ہے،
...لم ہے، BACK TO SUNNAH کے عنوان سے افتتاح
...ے اور مضامین کے علاوہ بچوں کے لئے چند صفحات مخصوص کیے
...ں مرصع ومزین ہے، یہ انگریزی داں حلقہ میں پذیرائی کا مستحق ہے،

...رسالوں کی اشاعت کو برقرار رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں،
...ES نے خاموشی سے اپنی اشاعت کے تیس سال مکمل کر لیے، آزادی
...یات وتصورات اور جدید رجحانات وخیالات کے دروازے وا ہوئے
...و فکر دی گئی، مختلف طبقات کے برسر آوردہ اہل فکر نے اس میں
...گیا اس سے یقیناً بڑا فائدہ ہوا، ۷۸ء میں رسالہ کے بانی روبیش
...لہ یہ رسالہ بند نہ ہو جائے لیکن ان کی صاحبزادی ملادکا سنگھ اور
...ے زندہ وتوانا رکھا۔

شخصیات، جدید مسائل ونظریات کی طرح تاریخی مسلمات کا تجزیہ بھی غیر جانب داری، حقیقت پسندی اور انصاف وسنجیدگی کا متقاضی ہے، ملک میں ایسے تجزیہ نگار گو کم ہیں لیکن بالکل مفقود بھی نہیں ہیں، ٹائمز آف انڈیا کے ایک تازہ شمارہ میں جناب ایس جی سارڈیسائی کا مضمون CRY FR-OM THE HEART کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے ملک کے ارباب حل وعقد اور اہل سیاست سے بڑی دردمندی سے یہ التجا وفریاد کی ہے کہ وہ ملک کو برباد ہونے سے بچائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ صدیوں تک ہندوستان مذہبی اور ثقافتی اکائی کا نمائندہ رہا ہے لیکن تاریخ اس کی بھی شاہد ہے کہ اس اتحاد میں کثرت اور وحدت میں تنوع کی جلوہ گری تھی اور یہ صرف واقعہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی تھی، ایک عظیم آبادی والے وسیع وعریض ملک میں جہاں تہذیبوں، زبانوں، ذاتوں، مذہبوں، مذہبی فرقوں اور رسم ورواج میں اس درجہ تنوع اور گوناگونی ہو اس کو ایک ہی دھارے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ثقافت میں محدود کرنا ممکن نہیں۔ اور اگر سیاسی قوت و اقتدار کے بل پر کسی ایسے نظام اور ہندو راشٹر کو مسلط کیا گیا تو مشترکہ ثقافت اور سیاسی وحدت کے بجائے صرف باہمی جنگ وجدال اور تباہی وبربادی ملک کا مقدر ہو جائے گی۔

تیلگو زبان کے شاعر ڈاکٹر آر سی نارائن ریڈی کو اس سال گیان پیٹھ ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ جو علم وادب کے سرکاری اعتراف کی سب سے بڑی علامت ہے، ابتدا میں ان کی شاعری رومانی تھی لیکن آہستہ آہستہ وہ روحانیت اور انسانیت کی ترجمان ہو گئی، ڈاکٹر ریڈی نے حیدرآباد کے نظام کالج میں اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کی، ظاہر ہے ان کی شاعرانہ نشو ونما میں حیدرآباد کے سخن پرور ماحول اور اردو زبان کا اثر ضرور ہوگا، مگر انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا، تاہم انہوں نے صنف رباعی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ رباعی میں ایک مصرعہ کا اضافہ کر کے تیلگو زبان میں انہوں نے ایک نئی صنف پنج پدی کا تجربہ کیا۔ ("ع۔ص")

ادبیات

...ت حضرت عمر فاروق رضؓ

...لی الحق انصاری، پروفیسر و صدر شعبہ فارسی (ریٹائرڈ) لکھنو یونیورسٹی

...ن پاک کا — اک دشمن رسول ہو خادم رسولؐ
...ان سے سرفراز — کرلی خدا نے اپنے نبی کی دعا قبول
...، ہوا تھا وہ — باغِ نبی کا بن گیا سب سے حسین پھول

...جدا رنگ و بو ہے — خوشبو سے جس کی مصر ہوا آشنائے دین
...ن میں حق کا نام — کی جس نے پاک کفر سے ایران کی سرزمین
...ب پہ اعتقاد — کامل اس آدمی کا تھا توحید پر یقین

...ب. جو ہوا — رہتا تھا جس کے دل میں ہمیشہ خدا کا خوف
...قبت کی فکر — بےچین جس کو رکھتا تھا روزِ جزا کا خوف
...ہا مدام — ہو کر امیر بھی تھا جسے ہر گدا کا خوف

...ب سے دہر کے — اس کو نہ فقر و فاقہ سے رہتا تھا کچھ ہراس
...فلسی کا غم — مایوس حق نہ ہو کوئی توڑے نہ کوئی آس
...ے ڈرنا ضرور ہے — آجائے جب ہوسِ دولت کسی کے پاس

...نے عمل سے کی — جس نے بتایا ہوتا ہے "انسان" کا کیا وقار
...یں محوِ خواب — وہ چل رہا تھا اونٹ کی تھامے ہوئے مہار
...ل تھے جب اسے — امت کی سربراہی، خلافت کا اقتدار

...ہ امن دوست — راضی ہوا کہ چھوٹ کے آقا کا اپنے در

تالیفِ قلب کے لئے مفتوح قوم کی — کرلے قبول ملکِ فلسطین کا سفر
اور سنتِ رسولؐ پہ کرتے ہوئے عمل — ترجیح دے وہ صلح کو میدانِ جنگ پر

پیشِ نظر تھا اس کے معابد کا احترام — غیروں کے دل کے درد کا بھی تھا وہ چارہ ساز
گرجے کو اہلِ دین کہیں مسجد بنا نہ لیں — اس ڈر سے پڑھ سکا نہ کلیسا میں وہ نماز
تفسیر، اس کی ذات "لکم دینکم" کی تھی — جس سے چھپے ہوئے تھے نہ دنیا و دیں کے راز

اک ناشناس دین کے خنجر کی ضرب سے — دنیا سے کوچ کر گیا وہ مردِ خرقہ پوش
ثانی نہ اپنا چھوڑ گیا اس جہان میں — امت کا وہ امیر، وہ درویش سخت کوش
کاشانۂ نبی کا وہ روشن چراغ تھا — اک آگ کے پجاری نے جس کو کیا خموش

جانبِ خلدِ بریں سید صباح الدین رفت

نظم

جناب وارث ریاضی، ایم اے، چمپارن، بہار

اے صباح الدین! اقلیم ادب کے تاجدار — تیری مرگِ ناگہاں پر دیدہ و دل اشکبار
تیری رحلت کی خبر پر رنج و غم سے ہیں نڈھال — اہلِ دل، اہلِ نظر، اہلِ ادب، اہلِ کمال
مضمحل ہے اہلِ دانش کا چمن تیرے بغیر — سونی سونی ہے ادب کی انجمن تیرے بغیر
اے ادیب نکتہ داں، علم و ادب کا پاسباں — غالبؔ و اقبالؔ اور خسروؔ کے فن کا ترجماں
حضرت شبلیؒ کے تو پہلو میں جا کے سو گیا — تو بھی شامل کاروانِ رفتگاں میں ہو گیا
پیکرِ صدق و صفا، اے نازشِ قوم و وطن — تجھ کو جنت میں جگہ بخشے خدائے ذوالمنن
از جہاں در یک ہزار و نہ صد و ہشتاد و ہفت — جانبِ خلد بریں سید صباح الدین رفت
۱۹۸۷ء

مطبوعات جدیدہ

(ڈاکٹر ذاکر حسین) از جناب ضیاء الحسن فاروقی، تقطیع متوسط، کاغذ
ت دیدہ زیب، صفحات ۶۰۷، قیمت ۷۵ روپے، پتہ: مکتبہ جامعہ
نگر، نئی دہلی۔

ن مرحوم کی شخصیت اپنی قومی و ملی خدمات، علم و فضل اور سیرت و اخلاق کی بلندی
آویز اور دلکش تھی، وہ مشہور مفکر اور ماہر تعلیم ہونے کے علاوہ جدید ہندوستان
ے ممتاز فرد تھے، ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق شکوہ و عظمت، علم کے وقار، استقامت
خیر و خوبی، محنت و مجاہدہ، انکسار و فروتنی، مروت و شرافت، رفق و لینت، ایمانی
ان سے معمور ہے، ڈاکٹر صاحب کی سیرت و سوانح پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں،
انح عمری کی ضرورت باقی تھی، جس کا قرض جامعہ ملیہ کے ذمہ عرصہ سے چلا آ رہا
ہ ذمہ داری اردو کے مشہور اہل قلم جناب ضیاء الحسن فاروقی کے سپرد کی جو ہر طرح
ں اور اہل بھی تھے اور ذاکر صاحب کے پورے مزاج واداشناس بھی تھے اور
نے یہ کام بڑی خوبی، انہماک اور دلچسپی سے انجام دے کر ڈاکٹر صاحب کی سوانح عمری
یہ کتاب اردو کے سوانحی ذخیرہ میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔ ۶۰۷ صفحات کی
رائیہ اور اشاریہ کے علاوہ پندرہ ابواب ہیں شروع کے پانچ ابواب میں ذاکر صاحب
تعلیم پھر ایم اے او کالج علی گڈھ کے زمانہ تعلیم، جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ اور
لی میں ان کے قیام کے حالات قلمبند کئے ہیں اس ضمن میں جرمنی میں اعلیٰ تعلیم
ہے، بعد کے چار ابواب "تعلیم سماج تمدن"، "بنیادی قومی تعلیم"، "سچی مذہبیت سچی

قومیت" اور "تخریب کے مرحلے تعمیر کے حوصلے" کے زیر عنوان ہیں، دسواں باب مسلم یونیورسٹی میں ذاکر صاحب کی وائس چانسلری کے احوال پر مشتمل ہے، بقیہ ابواب میں بہار کی گورنری اور جمہوریہ ہند کے عہدہ نائب صدارت و صدارت کے عہد کی تفصیلات ہیں، پندرہواں باب اختتامیہ کے عنوان سے ہے، یہ تنہا ایک شخص کی سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ گزشتہ نصف صدی کی سیاسی قومی و ملی اور علمی و تعلیمی سرگرمیوں کی روداد بھی ہے جس میں سرسید کی تعلیمی تحریک، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام کا پس منظر، تحریک خلافت اور ترک موالات، حکیم اجمل خاں، محمد علی جناح، مولانا آزاد، پنڈت نہرو اور گاندھی جی وغیرہ مختلف تحریکوں اور شخصیتوں کے عزائم اور طریقہ کار پر بڑی قیمتی معلومات یکجا ہو گئی ہیں، حکیم اجمل خاں میموریل فنڈ سے متعلق گاندھی جی اور گھنشیام داس برلا کی خط و کتابت عبرت آموز ہے (ص ۱۷۶)، جامعہ ملیہ کے قیام کو سمجھنے کے لئے سرسید سے ذاکر صاحب کا اختلاف کا ذکر بھی اہم ہے (ص ۶۶) مولانا آزاد اور ذاکر صاحب کے رشتہ تعلقات میں فاضل مولف نے چند عقدوں پر انگلی اٹھائی ہے اور پھر خوبی سے ان کی گرہ کشائی بھی کی ہے (ص ۲۰۷)، "تعلیم سماج تمدن"، "بنیادی قومی تعلیم"، "سچی مذہبیت سچی قومیت"، کے ابواب میں ذاکر صاحب کی تقریروں اور تحریروں کے شاہکار نمونوں کی روشنی میں اس طرح بحث کی ہے کہ ان موضوعات پر کام کرنے والوں کے لئے ایک سامان فکر و نظر مہیا کر دیا ہے، ذاکر صاحب تحریر و تقریر دونوں میں صاحب اسلوب تھے، ان کے خطبات تو فکر کی گہرائی، زبان کی سادگی اور جذبہ کی گرمی کی وجہ سے منفرد نوعیت کے ہیں۔ دارالمصنفین کی گولڈن جبلی کے موقع پر انہوں نے جو خطبہ دیا تھا وہ بقول مولانا سید ابو الحسن علی ندوی خطبات کا تاج محل تھا کتاب میں اس خطبہ کے بھی بعض اہم اقتباسات دیے گئے ہیں (ص ۵۱۶) ۵۴ء میں جب ڈاکٹر راجندر پرشاد، جمہوریہ ہند کے صدر تھے تو ذاکر صاحب کی قیادت میں یوپی میں اردو کو علاقائی زبان کا درجہ دیے جانے کیلئے تقریباً بیس لاکھ دستخطوں کے ساتھ ایک میمورنڈم پیش کیا گیا تھا، اس وقت یہ سعی رائگاں گئی تھی۔ بعد میں ذاکر صاحب خود صدارت کے عہدہ پر فائز ہوئے لیکن میمورنڈم بدستور طاق نسیاں

مسئلہ کی جو توجیہہ کی ہے وہ گو متوازن ہے مگر ممکن ہے بعض لوگوں
قی صاحب نے عموماً اپنی رائے کے اظہار سے گریز کیا ہے لیکن
ہوں نے بہت کچھ کہہ دیا ہے، مثلاً اردو ہندی قضیہ کے سلسلہ
بر ہیں اس جمہوریت کے تقاضے بھی جس میں بندوں کو صرف گنتے
جاتا ہے" (ص ۳۲۲) اختتامیہ، ذاکر صاحب کے حسن خاتمہ کا غماز
حسنہ کا عطر کشید کیا گیا ہے، ذاکر صاحب اپنے علم و عمل اور عقیدہ و
مایوس ہونے والے نہیں تھے مگر فاضل مرتب کے بقول زندگی کے
سی تہذیب کے مستقبل کو دیکھ کر وہ اداس رہنے لگے تھے (ص ۴۵۹)
عبرت سے خالی نہیں ہے، مصنف نے صاحب سوانح کی تحریروں
اشارہ کیا ہے، لیکن اس کتاب میں خود ان کا بھی آہنگ جمالی، عقل و
ہے، ایک بار شاہ معین الدین ندوی مرحوم سے جب ڈاکٹر ذاکر صاحب
بہت تیز بجلی کا بلب جل رہا تھا، شاہ صاحب کے وجیہہ چہرہ کو دیکھ
نور برس رہا ہے، شاہ صاحب نے برجستہ جواب دیا، جی نہیں یہ
ب کے قلم کے نور و سرور و حضور میں اسی جمال ہم نشیں کے آہنگ
چند نادر تصویریں بھی ہیں، کتابت و طباعت کا معیار بہت بلند
ں مثلاً "مولانا کی دل جیت لیا" (۲۰۵) "سیدھا سادا آدمیوں ہوں"
س بہترین سوغات کے لئے فاضل مولف اور مکتبہ جامعہ دونوں کا شکر گزار ہے۔

ا محمد حسن صاحب مجددی فاروقی، تقطیع کلاں، صفحات ۲۵۰
ت بہتر، قیمت ترکی سکہ میں ۰۰ ائی ایل، پتہ: حقیقت کتابوے
استنبول، ترکی۔

ادارہ وقف اخلاص ترکی کی بعض انگریزی مطبوعات پر ان صفحات میں تبصرہ کیا جا چکا ہے، زیر نظر کتاب بھی اس کے سلسلہ مطبوعات کی ایک کڑی ہے، اصل کتاب عربی زبان میں تھی، مصنف کے صاحبزادے مولانا محمد ہاشم مجددی نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اصل عربی کتاب مع اردو ترجمہ کے پہلی بار ۱۹۳۱ء میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی اب ترکی سے حسین حلمی ایشیق صاحب نے اسے دوبارہ شائع کیا ہے، بقول مترجم اس کتاب میں قرآن مجید کے اسرار و رموز کو نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ عقائد، ادلہ اربعہ، محبت آل و اصحابؓ، بدعت کی تعریف و تقسیم، اعمال بدنیہ اور ضرورت تقلید جیسے موضوعات پر دادِ سخن دی گئی ہے، ضرورت تقلید کی بحث دلچسپ ہے مگر اس میں مناظرانہ رنگ بھی ہے ان کے علاوہ اعمال روحانیہ، آفات لسانیہ، فضیلت صبر و شکر، ذم غضب و کینہ و حسد، زہد و فقر اور مسئلہ روح وغیرہ مسائل تصوف کا بھی لطیف بیان ہے، شیخ احمد بن محمد اسکندرانی کی کتاب حکم سے ۲۱۸ حکیمانہ اقوال کا انتخاب بھی ہے جو بار بار پڑھنے کے قابل ہے، آخر میں مسئلہ تقدیر پر ایک بحث رسالہ تنویر در بیان مسئلہ تقدیر کے عنوان سے شامل ہے، ترجمہ سلیس ہے مگر بعض مقامات پر سلاست برقرار نہیں رہی (ص ۴۹۲) بعض جگہ ترجمہ میں احتیاط کا لحاظ نہیں رکھا گیا مثلاً واتفق العلماء ان المفسرین تکلموا فی البطن الاول من القرآن کا ترجمہ اس طرح کیا گیا کہ "علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفسرین کا منتہائی کلام قرآن مجید کے بطن اول تک ہی محدود ہے۔" (ص ۳۷)

وقار مرتبہ جناب محمد مونس انصاری اعظمی، تقطیع متوسط، صفحات ۲۰۴، کاغذ کتابت طباعت عمدہ۔ پتہ: وقار الملک ہال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وقار الملک ہال کے طلبہ کا سالانہ علمی و ادبی مجلہ وقار کے نام سے شائع ہوتا ہے ۸۹ء کا یہ مجلہ اپنے مقالات و مضامین، افسانوں، غزلوں اور نظموں کے لحاظ سے معیاری اور علی گڑھ کی ادبی روایات کا حامل ہے۔ مجلہ کے مندرجات تجلیات، گزارشات، تبرکات، ادبیات

مشاہدات، تخیلات وغیرہ مختلف عنوانات کے تحت دئے گئے ہیں اس سے لائق
کا پتہ چلتا ہے، مضامین اچھے ہیں، خصوصاً ادبیات و مقالات کے حصہ میں ڈاکٹر
ن، سجاد حیدر یلدرم اور علی گڑھ، اور شہاب الدین اعظمی کا مضمون، شبلی کی خطوط
، افسانوں اور غزلوں میں شرافت اور متانت ہے، مجموعی حیثیت سے یہ مجلہ طلبہ کی
کا غماز اور حوصلہ افزائی و قدردانی کا مستحق ہے۔

ظم عبدالحمید الفراہیؒ مرتبہ مولانا بدرالدین اصلاحی، تقطیع متوسط، کاغذ
عت عمدہ، صفحات ۳۶ قیمت ۷ روپے، پتہ: دائرہ حمیدیہ، مدرستہ
ئے میر، اعظم گڈھ۔ یو۔پی۔

ین فراہیؒ قرآن مجید کے متبحر عالم تھے، ان کے لئے شعر و شاعری کوئی مایہ فخر بات
عر تھے اس لئے جب کسی خاص واقعہ سے متاثر ہوتے تو بے اختیار ان کی زبان
سے لگتا تھا، وہ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبان میں شعر کہتے تھے، یہ ان کے
س کا بڑا حصہ بلقان اور طرابلس کے خوں چکاں واقعات پر مشتمل ہے، جس سے
اور شدت تاثر کا پتہ چلتا ہے، باقی حصہ میں حکمت و موعظت پر مشتمل اشعار
ب بے ثباتی اور زمانہ کے تغیر سے انسان کو خبردار کرکے ایمان و حکمت کی تلقین

ح مرتبہ جناب عتیق احمد بستوی، کاغذ کتابت طباعت عمدہ، صفحات
پے، ملنے کا پتہ: انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی
ئی میں نکاح کی شرعی حیثیت پر فاضل مرتب کا ایک مفید مضمون شائع ہوا تھا،
ل کے پیش نظر اب اسے رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اپنی افادیت کے
لعہ کے قابل ہے۔

("ع۔ص")

تصنیفات مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

۱. سیرۃ النبی جلد سوم۔ معجزہ کے امکان و وقوع پر علم کلام اور قرآن مجید کی روشنی میں مفصل بحث۔ قیمت ۵۸/-
۲. سیرۃ النبی جلد چہارم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ فرائض۔ ۵۸/-
۳. سیرۃ النبی جلد پنجم۔ فرائض خمسہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد پر سیر حاصل بحث۔ ۴۸/-
۴. سیرۃ النبی جلد ششم۔ اسلامی تعلیمات، فضائل و رذائل اور اسلامی آداب کی تفصیل۔ ۵۸/-
۵. سیرۃ النبی جلد ہفتم۔ معاملات پر مشتمل متفرق مضامین و مباحث کا مجموعہ۔ ۲۳/-
۶. رحمت عالمؐ۔ مدرسوں اور اسکولوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کیلئے سیرت پر ایک مختصر اور جامع رسالہ۔ ۷/-
۷. خطبات مدراس۔ سیرت پر آٹھ خطبات کا مجموعہ جو مسلمانان مدراس کے سامنے دیے گئے تھے۔ ۱۶/-
۸. سیرت عائشہؓ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات و مناقب و فضائل۔ ۲۵/-
۹. حیات شبلیؒ۔ مولانا شبلیؒ کی بہت مفصل اور جامع سوانح عمری۔ ۵۸/-
۱۰. ارض القرآن ج ۱۔ قرآن میں جن عرب اقوام و قبائل کا ذکر ہے ان کی عصری اور تاریخی تحقیق۔ ۲۴/-
۱۱. ارض القرآن ج ۲۔ بنو ابراہیم کی تاریخ قبل از اسلام، عربوں کی تجارت اور مذاہب کا بیان۔ ۱۸/-
۱۲. خیام۔ خیام کے سوانح و حالات اور اس کے فلسفیانہ رسائل کا تعارف۔ ۴۵/-
۱۳. عربوں کی جہاز رانی۔ بمبئی کے خطبات کا مجموعہ۔ ۱۵/-
۱۴. عرب و ہند کے تعلقات۔ ہندوستانی اکیڈمی کے تاریخی خطبات (طبع دوم عکسی) ۳۹/-
۱۵. نقوش سلیمانی۔ سید صاحب کے منتخب مضامین کا مجموعہ جن کا انتخاب خود موصوف نے کیا تھا (طبع دوم عکسی) ۴۲/-
۱۶. یاد رفتگان۔ ہر شعبۂ زندگی کے مشاہیر کے انتقال پر سید صاحبؒ کے تاثرات ۴۳/-
۱۷. مقالات سلیمان (۱) ہندوستان کی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر مضامین کا مجموعہ۔ ۳۳/-
۱۸. مقالات سلیمان (۲) تحقیقی اور علمی مضامین کا مجموعہ۔ ۲۹/-
۱۹. مقالات سلیمان (۳) مذہبی و قرآنی مضامین کا مجموعہ (بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں) ۲۹/-
۲۰. برید فرنگ۔ سید صاحبؒ کے یورپ کے خطوط کا مجموعہ۔ ۲۰/-
۲۱. دروس الادب حصہ اول و دوم۔ جو عربی کے ابتدائی طالب علموں کے لیے مرتب کیے گئے ۴/- ۶/-

"منیجر"